« إنما الأعمال بالنيات »

[صحیح بخاری: ح۱، صحیح مسلم: ح۱۹۰۷]

عبادات میں نیت کا اثر

جمع وترتیب

ریاض احمد محمد مستقیم سراجی

مراجعہ

عبد المنان سلفی وعبد اللطیف اثری

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مقولہ ہے:

«ما عالجت شيئا أشد علي من نيتي»

[تذكرة السامع والمتكلم: ابن جماعة صـ ٦٨]

« میں نے سب سے زیادہ دشوار نیت کا علاج پایا »

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمده ونصلى على رسوله الكريم، أما بعد!

اسلام میں نیت کی بڑی اہمیت ہے اس کے بغیر اللہ تعالی کے یہاں کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں بلکہ نیت کی درستگی کے بغیر بڑا سے بڑا کار خیر بھی اللہ کی بارگاہ میں بے وقعت قرار پاتا ہے اور اس کی حیثیت کوڑی کی بھی نہیں ہوتی، اس سلسلہ میں کتاب وسنت کے اندر بے شمار نصوص موجود ہیں، بلکہ بعض حدیثوں میں تو عمل کے بغیر محض کسی کار خیر کی صرف نیت پر ہی اجر وثواب کا وعدہ ذکر ہوا ہے، اس سے ''نیت،، کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔

«**نیت**» خصوصا «**اخلاص نیت** » کی اسی اہمیت کے سبب ہمیشہ علماء اسلام کی توجہ کا مرکز رہا، اور سلف سے خلف تک متعدد علماء کرام نے اس موضوع کو خوب اجاگر کیا، کچھ نے تو اس موضوع پر مستقل رسالے اور کتابیں لکھیں اور بعض محدثین خصوصا **أمیر المؤمنین فی الحدیث** امام احمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق، مقبول عام اور مسلم الصحت تصنیف «جامع صحیح بخاری» کا آغاز حدیث نیت «**إنما الأعمال بالنيات**» سے کر کے اخلاص نیت کی اہمیت پر مہر ثبت فرمادی۔

مذکورہ حدیث «**إنما الأعمال بالنيات**» کو اجلہ ء محدثین امام علی بن المدینی، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام دارقطنی رحمھم اللہ نے «ثلث اسلام» قرار دیا، جب کہ محدث عبدالرحمن بن المھدی نے لکھا کہ: «**ينبغي أن يجعل هذا الحديث رأس كل باب**» (یعنی یہ حدیث اس لائق ہے کہ اسے ہر باب کا عنوان اور سرنامہ قرار دیا جائے)۔امام دارقطنی نے حدیث «**إنما الأعمال بالنيات**» کے ثلث اسلام ہونے کی بڑی عمدہ توجیہ بھی فرمائی ہے، انھوں نے لکھا کہ «انسان کا عمل یاتودل سے انجام پاتا ہے یازبان سے یادیگر اعضاء وجوارح سے، اور ان سب میں دل کا عمل «نیت» سب سے اہم ہے، اس لئے کہ یہ بذات خود عبادت ہے جب کہ دیگر عبادات نیت کے محتاج ہیں»[١].

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے ایک اور قول کے اندر اس حدیث کو ''ثلث علم،، قرار دیاہے، یعنی یہ ان تین حدیثوں میں سے ایک ہے جو دین کا ستون قرار پاتی ہیں اور جن پر اسلام کی بنیاد اور تمام احکام شریعت کا دارومدار ہے، اس حدیث کے علاوہ باقی دوحدیثیں یہ ہیں[١] «**من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد**»[٢] «**الحلال بين والحرام بين...**»[٢].

(١) فتح الباري ج١ ص ١١.

(٢) سابقہ حوالہ.

نیت کی اس قدر اہمیت کے باوجود اردوزبان میں اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب میرے ناقص علم میں نہیں ہے، اللہ تعالی جزائے خیر دے میرے عزیزترین اور لائق شاگرد شیخ ریاض احمد محمد مستقیم سراجی سلمہ ووفقہ بکل خیر کو جنھوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد قدیم وجدید علمی مآخذ ومصادر کھنگھال کر اس موضوع پر قیمتی معلومات جمع کرنے میں کامیابی حاصل کی اور «عبادات میں نیت کا اثر» کے عنوان سے سلیقہ کے ساتھ مرتب کیا۔ بلاشبہ یہ کتاب اسلامی اردو لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے، اس علمی دینی اور دعوتی کاوش پر مرتب عزیز شکر وامتنان اور تشجیع وتقدیر کے مستحق ہیں۔ امید کہ

یہ کتاب علمی ودینی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور اس کے مشتملات سے عوام وخواص سبھی مستفید ہوں گے۔

فاضل مرتب جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈانگر، نیپال سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سعودی عرب کی ممتازاور معروف دانش گاہ «**جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية**» ریاض میں داخل ہو کر اپنی علمی تشنگی بجھارہے ہیں اور اس وقت کلیۃ الشریعۃ سال سوم کے طالب علم ہیں، مضامین تو برسوں سے لکھ رہے ہیں مگر زیر نظر رسالہ غالبا ان کی پہلی تصنیف ہے، کئی برسوں سے عربی ماحول میں رہنے کے سبب ان کی اردو تحریر میں بھی کہیں کہیں عربی اسلوب درآتا ہے اور تعبیرات میں

بسااوقات عربی رنگ غالب آجاتا ہے جو اردو جیسی وسیع المشرب زبان کے لئے بہت معیوب تو نہیں تاہم عام قاری کو اس کے سمجھنے میں زحمت ہو سکتی ہے، اس لئے نظر ثانی کرتے ہوئے راقم نے حتی الامکان عربی تعبیرات کو اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے تاکہ کتاب عام فہم اور مفید تر ہو سکے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عام عطا کرے، اسے فاضل مرتب اور ان کے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور آئندہ موصوف کو تسلسل کے ساتھ مزید علمی ودعوتی خدمات انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم.

کتبہ

عبدالمنان عبدالحنان سلفی

ریکٹر جامعہ سراج العلوم السلفیہ وایڈیٹر ماہنامہ «السراج»

جھنڈانگر، کپل وستو نیپال، ۱۸ر فروری ۲۰۱۱ء بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، وبعد:

اس بات سے ہر شخص بخوبی واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی شکل و صورت اور جسم کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ ان کی نیتوں کو دیکھتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْۚ ﴾ [الحج: ۳۷/۲۲] یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے۔

اور ارشاد نبوی ہے: «**إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم و أعمالكم**»[1] اللہ تمہاری صورتوں اوراموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله ص۱۰۹۷ (۲۵۶۴).

تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے، اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: «**إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى**»[1] اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ اعمال کی صحت وفساد اور ثواب وعقاب کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اور جو شخص قرآن وحدیث کے اندر غور وفکر کرے گا اسے معلوم ہو گا کہ نیت کی درستگی اور اخلاص کا حکم بار بار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ ﴾ [البينة: ۹۸/۵]

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکاۃ دیتے رہیں اور یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔ اور حدیث: «**إنما الأعمال بالنيات**» اس مسئلہ میں اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔

نیت کی اسی اہمیت کی وجہ سے علماء متقدمین ومتأخرین نے اس موضوع کو نہایت ہی قابل اعتناء سمجھا ہے اور اس پر اپنی تحریر وتقریر میں گفتگو کی ہے۔ موضوع کی اہمیت و

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ص۱۷ (۱)، وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: «إنما الأعمال بالنية» ص۸۵۵ (۱۹۰۷).

افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے سوچا کہ اس پر کچھ معلومات جمع ہوں اور انھیں صفحہء قرطاس پر لایا جائے اس لئے کہ اردو زبان کے اندر اس موضوع کی کوئی مستقل کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔

حسب استطاعت تبلیغ دین ہر مسلمان کے لئے واجب ہے اور تبلیغ کے وسائل میں سے تحریر ایک اہم اور پائدار وسیلہ ہے، اس لئے میں نے اس میدان میں اپنی شرکت کو باعث سعادت اور خوش بختی تصور کیا اور اس کام کو اپنے لئے صدقہ جاریہ سمجھا۔

میں نے نہایت عرق ریزی وجانفشانی سے نیت کے متعلق معلومات کو ان کے اصلی مصادر سے جمع کیا ہے اور اس کا عنوان «**نیت اور عبادات میں اس کا اثر**» قرار دیا ہے.

آخر میں میں اللہ رب العلمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کے فضل وکرم سے یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہونچی، اس کے بعد میں اپنے استاد محترم جناب مولانا عبد المنان سلفی حفظہ اللہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو زمانہ طالب علمی ہی سے مجھ پر بہت مشفق ومہربان رہے ہیں، شیخ محترم نے اپنی تمام تر علمی ودعوتی مصروفیات کے باوجود ناچیز کی حقیر دعوت پر لبیک کہا اور ازاول تا آخر کتاب کو پڑھ کر حتی الامکان غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

اسی طرح مولانا عبد اللطیف اثری حفظہ اللہ کا بھی بہت بہت شکریہ، جنھوں نے پورے کتاب کا بغور مطالعہ کیا اور اپنے نیک مشوروں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اسے عوام وخواص کے لئے مفید بنائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔

وصلى الله على عبده ورسوله محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا۔

ریاض احمد محمد مستقیم سراجی
بسنت پور، پوسٹ تلسی پور، ضلع بلرام پور، یوپی، انڈیا
۲۲/ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ
Email: riyazahmad848@gmail.com

نیت کی تعریف

نیت کی لغوی تعریف:

لفظ نیت عربی لفظ ہے جو «نوی» سے مشتق ہے (مادہ نون واو اور یاء ہے) کہا جاتا ہے: «**نوى، ينوي نية ونواة**» کسی چیز کا عزم کرنا، **النوى**: وہ قریب یا بعید جگہ جہاں کا مسافر ارادہ کرے، «**النوى**» جمع «**نواة**» کھجور کی گٹھلی اور جمع الجمع «**أنواء**» ہے[1].

«**نوى حاجته**» حاجت پوری کرنا «**نوى الشيء**» کسی چیز کی طلب میں جدو جہد کرنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا «**نوى ينوى نوى**» دور ہونا، صحبت کے معنی میں بھی آتا ہے مسافر سے کہا جاتا ہے «**نواک الله**» اللہ کی رحمت تمھارے ساتھ ہو۔ اور ایصال کے معنی بھی میں آتا ہے: «**نواک الله بالخير**» اللہ تم کو بھلائی پہونچائے، کسی چیز کا قصد و عزم کرنا «**نويت منزلا كذا، ونويت أمرا**»[2] لفظ **نوی** کے متعدد معانی ہیں لیکن سیاق وسباق سے معنی مقصود کی تحدید ہوتی ہے۔

نیت کی اصطلاحی تعریف:

امام نووی نیت کی تعریف میں لکھتے ہیں: «**النية عزم القلب على عمل**

---

(۱) مختار الصحاح ص۵۹۰.

(۲) المعجم الوسيط ص۹۶۵.

فرض أو غيره» فرض یا نفل کام کرنے کے لئے دل سے عزم کرنا[۱]۔

ابن رجب حنبلی نیت کی تعریف میں رقمطراز ہیں: «**النية في اللغة نوع من القصد والإرادة، والنية في كلام العلماء تقع بمعنيين: أحدهما: بمعنى تمييز العبادات بعضها عن بعض، كتمييز صلاة الظهر من صلاة العصر مثلا، وتمييز صيام رمضان من صيام غيره، أو تمييز العبادات من العادات، كتمييز الغسل من الجنابة من غسل التبرد والتنظف، ونحو ذلک، وهذه النية هي التي توجد كثيرا في كلام الفقهاء في كتبهم والمعنى الثاني بمعنى تمييز المقصود بالعمل، وهل هو لله وحده لا شريك له أم لغيره...**»[۲].

لغت میں نیت قصد و ارادہ کی ایک قسم ہے اور نیت کا اطلاق علماء کے کلام میں دو

---

(۱) المجموع على شرح مهذب للنووي ج۱ ص۱۶۸.

فائدہ: «المجموع شرح المهذب» کو بہت سارے اہل علم بلا تامل پوری کتاب امام نووی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جب کہ یہ بہت بڑی علمی خطا ہے کیونکہ کتاب مذکور تین مولفین کی کاوشوں کا مجموعہ ہے جس میں علامہ نووی پھر علامہ سبکی اس کے بعد علامہ مطیعی رحمہم اللہ شامل ہیں، ابتدائے کتاب سے «کتا ب البیوع، باب الربا» تک نو جلدوں پر مشتمل حصہ امام نووی کی کاوش ہے، پھر علامہ سبکی نے «کتاب البیوع، باب الربا» سے «باب الرد بالغيب» گیارہویں جلد تک مکمل کیا، اس کے بعد علامہ مطیعی نے اس کا تکملہ باب بیع المرابحہ سے لے کر آخر کتاب تک یعنی بارہویں سے تئیسویں جلد تک مکمل کیا۔ [معالم في طريق طلب العلم عبدالعزيز بن محمد بن عبدالله السدحان ص۸۴]

(۲) جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلی ص۳۴.

معنی پر ہوتا ہے:

پہلا معنی عبادات کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا جیسے نماز ظہر کو عصر سے، صیام رمضان کو دیگر روزوں سے، یا عبادات وعادات کے مابین فرق کرنا جیسے غسل جنابت کو ٹھنڈک حاصل کرنے یا صفائی ستھرائی کے مقصد سے کئے جانے والے غسل سے جدا کرنا وغیرہ، اس نیت کے بارے میں زیادہ تر فقہاء گفتگو کرتے ہیں۔

دوسرا معنی عمل کے مقصود کو واضح کرنا کہ عمل خالص اللہ کے لئے ہے یا غیر اللہ کے لئے، اور اس کا موضوع کتب عقیدہ ہے۔

احمد بک الحسینی کہتے ہیں: «**إن النية معناها لغة وعرفا: القصد الكلي الشامل للعزم والقصد المقارن للفعل**»[١] نیت کا لغوی وعرفی معنی: ایسا مکمل ارادہ جو پختہ عزم اور اس قصد کو شامل ہو جو فعل سے ملا ہو (یعنی ارادہ کے معا بعد اس کے کرنے کا عزم ہو)۔

دکتور صالح بن غانم السدلان حفظہ اللہ نے اپنے دکتورہ کے رسالہ «**النية وأثرها في الأحكام الشرعية**» میں نیت کی اصطلاحی تعریف میں مذکورہ بالا تعریفات کے ساتھ دیگر تعریفات نقل کی ہیں اور سب کا مناقشہ کرنے کے بعد سب کا نچوڑ نکال کر خود سے نیت کی یہ تعریف کی ہے: «**النية قصد كلي، نسبي شامل للعزم**

---

(١) نهاية الأحكام في بيان ماللنية من الأحكام لأحمد بک الحسيني ص٩.

والقصد المتقدم على الفعل أو المقارن له في بعض أحواله»[۱] نیت اس مکمل قصد وارادہ کو کہا جاتا ہے جس میں پختہ ارادہ اور ایسا قصد پایا جائے جو **فعل** سے پہلے ہو یا بعض اوقات **فعل** کے ساتھ ہو۔

(۱) النية وأثرها في الأحكام الشرعية للصالح بن غانم السدلان ج۱ ص۹۹-۱۰۳.

نیت کا مقام

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نیت کا ذکر قرآن کریم میں مختلف الفاظ اور مختلف اسلوب میں وارد ہوا ہے جس سے نیت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن چونکہ قرآن کریم میں اس مقصد کے لئے لفظ نیت کا استعمال نہیں ہوا ہے اس لیے اس سے کسی کو یہ دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کہ نیت جیسے اہم موضوع پر قرآن کریم نے گفتگو نہیں کی ہے، بلکہ قرآن کریم نے اس موضوع پر مفصل روشنی ڈالی ہے البتہ اس سلسلہ میں قرآن کا اپنا ایک علیحدہ اسلوب ہے، چنانچہ قرآن کریم نے نیت کی تعبیر کہیں لفظ «ابتغاء» (خواہش) سے کی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَۖ تَبۡتَغِي مَرۡضَاتَ أَزۡوَٰجِكَۚ﴾ [التحریم:۱/۶۶]

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کر تے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ۝٨٥﴾ [آل عمران:۸۵/۳]

جو شخص اسلام کے علاوہ اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا، تو کہیں نیت کی تعبیر لفظ «ارادۃ» سے کی ہے

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿مِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلْأَخِرَةَ﴾ [آل عمران:۳/ ۱۵۲]

تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا، تو کہیں نیت کی تعبیر لفظ «**اخلاص**» سے کی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعْبُدُواْ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ﴾

[البینة:۹۸/ ۵]

نہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکاۃ دیتے رہیں اور یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿١١﴾﴾

[الزمر: ۳۹/ ۱۱]

آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرلوں۔

البتہ احادیث نبویہ کے اندر نیت کا ذکر لفظ نیت سے بھی ہوا ہے اور دوسرے الفاظ سے بھی۔ اس تعلق سے ذیل میں چند احادیث ذکر کی جارہی ہیں

عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ

یقول: «إنما الأعمال بالنیات وإنما لكل امرئ ما نوى فمن كا نت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه»[1]۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی، پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی اس کی ہجرت انہی کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لیے مانی جائے گی جس کے لئے اس نے ہجرت کیا ہوگا۔

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: «يغزو جيش الكعبة فإذا كانوا ببيداء من الأرض يخسف بأولهم وآخرهم» قالت قلت: يا رسول الله كيف يخسف بأولهم وآخرهم وفيهم أسواقهم ومن ليس منهم؟ قال: «يخسف بأولهم وآخرهم ثم يبعثون على نياتهم»[2]۔

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ص۱۷(۱)، وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: «إنما الأعمال بالنية ص۸۵۵ (۱۹۰۷).

(۲) صحيح بخارى، كتاب البيوع، باب ما ذكر فى الأسواق ص۵۰۳(۲۱۱۸)۔صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب الخسف بالجيش الذى يؤم البيت ص۱۲۰۸(۲۸۸۲).

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے نکلے گا جب وہ بیداء (کسی چٹیل میدان) میں پہونچے گا تو اس کے اول وآخر (سب کے سب) زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ ان کے اول وآخر یعنی سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا؟ جب کہ ان میں بازاری لوگ ہوں گے (یعنی حکام کے علاوہ عام افراد یا منڈی کے لوگ ہوں گے جو لڑنے کے مقصد سے نہ آئے ہوں گے بلکہ زبردستی انھیں لایا گیا ہوگا) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان کے اول وآخر سب دھنسا دیئے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت کے دن ان کی نیتوں کے مطابق ان سے معاملہ کیا جائے گا)۔

معلوم ہوا کہ انسان کے ساتھ اچھا یا برا برتاؤ اس کے قصد وارادہ کے مطابق کیا جائے گا، اگر اس کی نیت اچھی ہے تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے گا اور اگر اس کی نیت بری ہے تو اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا جائے گا۔

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: قا ل النبي ﷺ: «**لا هجرة بعد الفتح ولكن جهادونية، وإذا استنفرتم فانفروا**»[۱]۔

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب وجوب النفير ومايجب من الجهاد والنية ص۲۹۲(۸۲۵)، وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب المبايعة بعد فتح مكة ص۸۴۰ (۱۳۵۳).

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے (فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت باقی نہیں رہی) کیونکہ اب وہ دارالاسلام بن گیا ہے البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں، جب تمہیں جہاد پر نکلنے کے لیے طلب کیا جائے تو (بلا تامل) نکل پڑو۔

معلوم ہوا کہ جہاد جیسی عبادت کے اندر اچھی اور نیک نیت کارفرما ہونی چاہئے اور نیت درست نہ ہونے سے اس کا ثواب ضائع ہو جائے گا یعنی جہاد کا مطلوب ومقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہونا چاہیئے اور جس جہاد میں اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ مفقود ہو وہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے، «**سئل رسول الله ﷺ عن الرجل يقاتل شجاعة، ويقاتل حمية، ويقاتل رياء، أي ذلک في سبيل الله؟ فقال رسول الله ﷺ: «من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله»**[1].

رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے، دوسرا (خاندانی، قبائلی) حمیت کے لیے اور تیسرا نمائش کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «جو شخص صرف اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے»۔

عن عبدالله بن عباس بن عبدالمطلب – رضي الله عنهما – عن

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا ص۸۵۴ (۱۹۰۴)، وصيح بخاري، كتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالما جالسا ص۵۱(۱۲۳).

رسول اللهَ ﷺ فيما يروي عن ربه تبارک وتعالى قال: «**إن الله كتب الحسنات والسيئات ثم بين ذلک فمن هم بحسنة فلم يعملها كتبها الله تبارک وتعالى عنده حسنة كاملة وإن هم بها فعملها كتبها الله عشر حسنات إلى سبع ماءة ضعف إلى أضعاف كثيرة، وإن هم بسیءة فلم يعملها كتبها الله عنده حسنة كاملة، وإن هم بها فعملها كتبها الله سیءة واحدة**»[1]۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ: «اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ لی ہیں پھر اس کی توضیح فرمائی: پس جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن اسے نہیں کر سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر ارادے کے مطابق اسے کر بھی لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیوں کا ثواب اس کے لیے لکھ دیتا ہے اور اگر کسی نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اسے نہیں کیا، تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر ارادے کے مطابق اس برائی کو کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو سیءة ص ۱۶۳۲(۶۴۹۱)، وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت، وإذا هم بسیءة لم تكتب ص ۱۰۷ (۱۳۱).

لکھتا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ شریعت کے اندر نیت کا اعتبار ہے اور اچھی یا بری نیت کے مطابق ثواب یا گناہ ملتا ہے۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«إنک لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أجرت بها حتى ما تجعل في امرأتک»[۱]۔ تم جو بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کروگے اس پر تمہیں اجر ملے گا، حتی کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (اس پر بھی ثواب ہوگا) معلوم ہوا کہ آدمی کو اجر وثواب اس کی نیت کے مطابق ملتا ہے یہاں تک کہ مباح کام بھی کے ذریعہ طاعت میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا جس کا شمار تلذذ نفس اور شہوت نفس میں ہوتا ہے اس پر بھی آدمی کو اچھی نیت کی بنیاد پر اجر وثواب ملتا ہے۔ اسی طرح آدمی کا اپنی بیوی سے جماع کرنا ایک فطری ومباح کام ہے لیکن اگر اس جماع سے شرمگاہ کی حفاظت اور اولاد کے حصول کی نیت ہو تو اس اچھی نیت کی وجہ سے اسے اجر وثواب ملتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب رثاء النبي ﷺ سعدبن خولة ص٣٠٦ (١٢٩٥)، وكتاب الوصايا، باب أن يترک ورثته أغنياء، وصحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث ص٧٢٣ (١٦٢٨).

«وفي بضع أحدكم صدقة «قالوا يا رسول الله أياتي أحدنا شهوته ويكون له فيها أجر؟ قال: «أرأيتم لو وضعها في حرام أكان عليه وزر؟ فكذلک إذا وضعها في الحلال كان له أجر»[1] تمہاری اپنی شرمگاہ (کی حفاظت) بھی صدقہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا ہم میں سے ایک شخص (شرم گاہ کے ذریعے) اپنی جنسی خواہش پوری کرے تو کیا اس میں بھی اس کے لئے اجر ہے ؟ آپ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت حرام جگہ (بدکاری) سے پوری کرتا تو اسے گناہ نہ ہوتا؟ (یقیناً ہوگا) پس اسی طرح وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اسے اجر ملے گا،۔

نیت کا مقام اسلاف کرام کے نزدیک:

اسلاف کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا کوئی بھی قول وفعل اور تصرف نیت سے خالی نہیں ہوتا ہے بلکہ انسان سے صادر ہونے والا ہر قول وفعل اور تصرف نیت پر مشتمل ہوتا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نیت عمل کی روح، لب لباب اور مایۂ درستگی ہے بلکہ عمل نیت کے تابع ہے، عمل کی صحت وفساد نیت کی صحت وفساد پر مبنی ہے، نبی کریم ﷺ نے دو ایسے کلمے ارشاد فرمائے ہیں جو اس سلسلہ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکوة، باب بیان أن إسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ص۴۲۷ (۱۰۰۶)

میں کافی وشافی ہیں اور اپنے اندر علم کے خزانے سمیٹے ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں «**إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى**» آپ ﷺ نے پہلے جملہ کے اندر یہ بیان فرمایا کہ عمل نیت کے بغیر واقع نہیں ہوتا اس لیے کوئی عمل نیت کے بغیر معتبر نہ ہوگا اور پھر دوسرے جملہ کے اندر یہ بیان فرمایا کہ عامل کو اس کی نیت کے مطابق صلہ ملے گا اور یہ عبادات ومعاملات، أیمان (قسم) ونذور اور سبھی عقود وافعال کو عام ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ جس نے عقد بیع کے ذریعہ عقد ربا کی نیت کی تو اس کا شمار ربا میں ہوگا محض بیع کی صورت اسے ربا سے بچا نہیں پائے گی اور جس نے عقد نکاح کے ذریعہ حلالہ کی نیت کی تو اس کا شمار حلالہ کرنے والوں میں ہوگا اور عقد نکاح کی صورت اسے حلالہ کرنے والوں کے زمرے سے خارج نہیں کر سکے گی»[۱]۔

امام شافعی رحمہ اللہ «**إنما الأعمال بالنيات**» کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حدیث ثلث علم ہے اور یہ فقہ کے ستر ابواب میں داخل ہے[۲]۔

عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں: اگر میں نے کوئی کتاب تصنیف کی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث «**إنما الأعمال**» کو ہر باب میں ذکر کرتا۔ اور عبد الرحمن بن مہدی ہی سے یہ قول بھی مروی ہے اگر کوئی کتاب تصنیف کرنا چاہے

---

(۱) إعلام الموقعين عن رب العلمين ج۳ص۱۴۵.

(۲) المجموع على شرح مهذب للنووي ج۱ص۱۶۹.

تو وہ حدیث: «**إنما الأعمال بالنيات**» سے ابتدا کرے[1]۔

عبد الرحمن بن مہدی کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے بہت سارے مؤلفین نے اپنی مؤلفات کا آغاز حدیث «**إنما الأعمال بالنيات**» ہی سے کیا ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری (جسے «**أصح الكتب في الحديث** اور **أصح الكتب بعد كتا ب الله**» کا مقام حاصل ہے)، تقی الدین عبد الغنی المقدسی الجماعیلی نے اپنی کتاب (عمدة الأحكام)، امام سیوطی نے اپنی (جامع الصغير) اور امام نووی نے اپنی کتاب (المجموع) اور دوسرے علماء و ائمہ نے اپنی کتابوں کا آغاز اسی حدیث سے کیا ہے، امام نوویؒ نے کہا: «میں نے اپنے ائمہ واسلاف کی اقتدا کرتے ہوئے اس کتاب کو اس حدیث سے شروع کیا ہے»[2]، اسی طرح امام نووی نے اپنی (الأربعين) کو بھی اسی حدیث سے شروع کیا ہے۔

سلف میں سے کسی نے کہا ہے کہ: «میں مستحب سمجھتا ہوں کہ ہر چیز کے اندر میری نیت کا وجود رہے، حتی کہ کھانے، پینے، سونے اور بیت الخلاء جانے میں بھی نیت

---

(۱) الأذكار للنووي ص ۱۷، المجموع على شرح مهذب ج۱ص۴۷، وطرح التثريب للحافظ العراقي ج۱ص۲۳.

(۲) المجموع على شرح المهذب للنووی ج۱ص۴۷.

موجود رہے»[۱]۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «میں اپنی نیند کو قیام کی طرح ثواب کا ذریعہ سمجھتا ہوں»[۲] وہ اپنے سونے کو بھی ثواب تصور کرتے تھے اس لیے کہ ان کے سونے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ آخر رات میں قیام اللیل کے لئے بیدار ہو سکیں۔

یحییٰ بن أبی کثیر کہتے ہیں: «نیت سیکھو اس لیے کہ نیت عمل سے زیادہ اہم اور موثر ہے»[۳]۔

زید الشامی کہتے ہیں: «میں چاہتا ہوں کہ میرے ہر کام میں نیت موجود ہو حتی کہ کھانے اور پینے میں بھی»[۴]۔

مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں: دل کی درستگی عمل کی درستگی سے ہے اور عمل کی درستگی نیت کی درستگی سے ہے[۵]۔

ابن عجلان کہتے ہیں: «عمل تین چیزوں کے بغیر درست نہیں ہو سکتا، اللہ کا

---

(۱) مختصر منهاج المقاصدين للمقدسي ۴۸۲.

فائدہ: علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کی کتاب (مختصر منهاج القاصدين) دراصل یہ مختصر کا مختصر ہے، اس لئے کہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی کتاب (منهاج القاصدين) امام غزالی رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب (احياء علوم الدين) کا مختصر ہے.

(۲) جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلي ۶۲۰.

(۳) تهذيب حلية الأولياء ج ۱ ص ۴۵۶.

(۴) النية وأثرها في الأحكام الشرعية ج ۱ ص ۱۴۵.

(۵) تهذيب حلية الأولياء ج ۱ ص ۳۵۹.

تقوی، حسن نیت اور متابعت »[۱]۔

سلف میں سے کسی نے کہاہے: «جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اسے اس کے عمل کا پورا پورا اجر ملے تو وہ اپنی نیت درست کر لے اس لیے کہ بندہ جب اپنی نیت درست کر لیتاہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر وثواب سے نوازتا ہے حتی کہ لقمہ پر بھی حسن نیت کے سبب لقمہ پر بھی ثواب عطا فرماتاہے »[۲]۔

فضل بن عیاض کہتے ہیں: « اللہ تعالیٰ کو تمہاری نیت اور ارادہ مطلوب ہے »[۳].

مذکورہ بالا آیات واحادیث اور اقوال سلف سے نیت کا مقام ومرتبہ بخوبی واضح ہو جاتاہے اور معلوم ہوتاہے کہ نیت عمل کی درستگی کے لیے شرط ہے اور عمل کی صحت وفساد نیت کی صحت وفساد پر موقوف ہے اور اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا یہ جامع فرمان: «إنما الأعمال با لنيات» کافی ہے۔

---

(۱) جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلی ص۲۹.

(۲) جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلي۲۹.

(۳) حوالہ سابقہ.

نیت عمل کی اساس ہے

نیت عمل کی اساس وروح ہے، عمل نیت کے تابع ہے، نیت سے عاری عمل کی مثال روح سے خالی جسم اور پھل سے خالی درخت کی ہے، نیت سے خالی عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ عمل کی صحت وفساد کا دارومدار نیت کی صحت وفساد پر موقوف ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ ﴾ [البينة ۹۸/۵] انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس حال میں کہ اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اخلاص اور غیر اخلاص میں تمیز نیت کے بغیر ناممکن ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى» اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

یہ بات دھیان میں رہے کہ شرک جب کسی عبادت میں شامل ہو جاتا ہے تو اسے ضائع وبرباد کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی عبادت کو ایسے عابد کے منھ پر مار دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَقَدِمۡنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُواْ مِنۡ عَمَلٖ فَجَعَلۡنَٰهُ هَبَآءٗ مَّنثُورًا ﴾ [الفرقان ۲۵/۲۳] اور انھوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ

کرانھیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

اور اگر اس عبادت میں ریاء ونمود کا شائبہ پایا جارہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ریاکار اور اس کی عبادت سے بری ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے:

«أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملا أشرك فيه معي غيري تركته و شركه»[1] میں دیگر شرکاء کے مقابلہ شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں جس نے کسی بھی کام میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دونگا۔

بسا اوقات بدنی اعمال کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور نیت کا ثواب جاری رہتا ہے:

بسا اوقات بعض مشروع بدنی اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے جیسے ہجرت اس لئے کہ جب کوئی کافر ملک اسلامی ملک میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اب وہاں سے ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے، یا اسی طرح اگر کسی کافر ملک میں مسلمانوں کے لئے دین اسلام پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ اور پابندی نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی وہاں سے ہجرت کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے صلہ رحمی کا سلسلہ بھی کبھی منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ بسا اوقات کوئی رشتہ دار موجود ہی نہیں ہوتا لیکن کار خیر کی نیت کبھی منقطع نہیں ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: «لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب تحریم الریاء ص۱۲۴۶(۲۹۸۵).

ونیۃ»[۱]۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک فاعل خیر کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ علماء کا چکر لگاتے اور کہتے: کون ہے جو مجھے ایسے کام کی رہنمائی کرے جسے میں ہمیشہ اللہ کے لئے کرتا رہوں اس لئے کہ رات و دن کا کوئی بھی حصہ اللہ کے عمل سے خالی ہونا مجھے پسند نہیں ہے، ان سے کہا گیا آپ کو اپنی مراد مل گئی جب تک استطاعت ہو کار خیر کرتے رہیں اور جب سست ہو جائیں اور اس نیکی کو نہ کر سکیں تو اس کا ارادہ کر لیں، اس لئے کہ کسی کام کا ارادہ کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے[۲]۔

جنت وجہنم میں ہمیشہ رہنا نیت کے اعتبار سے ہو گا:

ایک شبہ ذہن کے اندر وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کو ہمیشہ ہمیش جہنم میں عذاب کیوں دے گا حالانکہ اس کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اسے اتنی ہی مدت کا عذاب دے جتنی مدت تک اس نے کفر کیا ہے، اسی طرح ہمیشہ ہمیش کے لئے مومن کو خلد بریں کیوں کر نصیب ہو حالانکہ ایک محدود زمانے تک وہ مومن رہا اور محدود وقت تک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہے؟

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب وجوب النفير وما يجب من الجهاد والنية ص۶۹۲ (۸۲۵)، وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب المبايعة بعد فتح مكة ص۸۴۰ (۱۳۵۳).

(۲) اتحاف السادة المتقين بشرح أسرار إحياء علوم الدين لعلامة محمد بن محمد الحسيني الزبيدى ص۱۰ص۱۲.

علماء کرام نے اس شبہ کا ازالہ اس طرح سے کیا ہے: مومن مخلد فی الجنۃ اس لیے ہو گا کہ اس نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت کی تھی اور اگر وہ دنیا میں ہمیشہ باقی رہتا تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا، اس لیے اسے اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا اور وہ مخلد فی الجنۃ ہو گا، اور کافر نے دنیا میں ہمیشہ ہمیش کے لیے اللہ کے کفر وانکار کا عزم وارادہ کر رکھا تھا اگر چہ اس نے صرف اپنی بقید حیات ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی[(۱)]۔

محض کار خیر کا قصد کرنے سے ثواب ملتا ہے:

بندہ اگر مشروع کار خیر کا ارادہ کرتا ہے لیکن کسی سبب سے وہ اسے انجام نہیں دے پاتا ہے تو اسے اس کے نیک قصد وارادہ کے مطابق اجر وثواب ملتا ہے۔

حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: «**وكان أبي يزيد أخرج دنانير يتصدق بها فوضعها عند رجل في المسجد فجئت فأخذتها فأتيته بها فقال: والله ما إياک أردت، فخاصمته إلى رسول الله ﷺ فقال: «لک مانويت يايزيدولک ماأخذت يامعن**»[(۲)]۔

---

(۱) دیکھیں: الأشباه والنظائر للسيوطي، القاعدة الأولى: الأمور بمقاصدها، ج۱ص۵۷، وشرح الكرماني على البخارى لمحمد بن يوسف بن علي أبو عبدالله شمس الدين ج۱ص۲۱.

(۲) صحيح بخاري، كتاب الزكوة، با ب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر ص۳۳۸(۱۴۲۲)

میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ کے لئے نکالے اوروہ انہیں مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ آئے (تاکہ وہ کسی ضرورت مند کو دے دے)میں مسجد میں آیا تومیں نے وہ دیناراس سے لے لئے (کیونکہ میں حاجت مند تھا) اور گھر لے آیا، جب والد کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: واللہ ! تجھ کو تو دینے کا میں نے قصد نہیں کیا تھا، چنانچہ میں اپنے والد کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور یہ قضیہ آپ کے سامنے پیش کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: «اے یزید!تمہارے لئے تمہاری نیت کا ثواب ہے اور اے معن!تم نے جو لیا ہے وہ تمہارے لئے (جائز) ہے۔

والد نے اپنے لڑکے کو صدقہ دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے کسی مستحق کو دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن غیر ارادی طور پر وہ مال ان کے لڑکے کے ہاتھ لگ گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک نیتی کے انھیں اجر وثواب سے نوازا۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے گزشتہ اقوام میں سے ایک نیک آدمی کے متعلق بیان فرمایاہے: «قال رجل لأتصدقن الليلة بصدقة، فخرج بصدقته فوضعها في يد زانية، فأصبحوا يتحدثون: تصدق الليلة على زانية، قال: اللّٰهم! لک الحمد على زانية، لأتصدقن بصدقة، فخرج بصدقته فوضعها في يد غني، فأصبحوا يتحدثون: تصدق على غني، قال: اللّٰهم! لک الحمد على غني، لأتصدقن بصدقة، فخرج

بصدقته، فوضعها في يد سارق، فأصبحوا يتحدثون: تصدق على سارق فقال: اللّٰهم! لک الحمد على زانية، وعلى غني، وعلى سارق، فأتي، فقيل له: أما صدقتک فقد قبلت، أما الزانية فلعلها تستعف بها عن زناها، ولعل الغني يعتبر فينفق مما أعطاه الله، ولعل السارق يستعف بها عن سرقته»(۱)

ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم! آج رات میں ضرور کچھ صدقہ کروں گا، وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (لاعلمی میں) ایک زانیہ کو دے دیا، چنانچہ صبح لوگ کہنے لگے کہ رات میں ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا، اس آدمی نے کہا اے اللہ! میرے زانیہ پہ صدقہ کرنے پر تیرے لئے حمد ہے !اللہ کی قسم میں ضرور کچھ صدقہ کروں گا، چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (لاعلمی میں) اسے ایک مالدار کو دے دیا تو لوگ صبح چرچا کرنے لگے کہ مالدار شخص پر صدقہ کیا گیا ہے، اس نے کہا اے اللہ !میرے غنی شخص پہ صدقہ کرنے پر تیرے لئے حمد ہے، اللہ کی قسم میں ضرور کچھ صدقہ کروں گا، وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (لاعلمی میں) اسے ایک چور کو دے دیا، لوگ صبح کو چہ می گوئی کرنے لگے کہ ایک چور پہ صدقہ کیا گیا ہے، اس نے کہا اے اللہ !میرے زانیہ، غنی

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ثبوت أجر المتصدق وإن وقعت الصدقة في يد غير أهلها ص۴۲۳(۱۰۲۲) صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب إذا تصدق على غني وهو لا يعلم ص۳۳۸(۱۴۲۱).

اور چور پہ صدقہ کرنے پر تیرے لئے حمد ہے، چنانچہ (خواب میں اس کے پاس فرشتہ) آیا اور اس سے کہا کہ تمہارا صدقہ مقبول ہو گیا ہے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ زانیہ (تمہارے اس صدقہ کی وجہ سے) اپنے فعل بد سے باز آجائے، مالدار شخص اس سے عبرت و نصیحت پکڑے اور اللہ کے دئے ہوئے مال میں سے خود صدقہ کرے اور چور اس کی وجہ سے اپنی چوری سے رک جائے۔

عمل کی صحت کے لئے اخلاص اور متابعت شرط ہے

اخلاص اور متابعت کی حقیقت:

بہت سارے لوگ جب لفظ اخلاص سنتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ کہے کہ میں نے فلاں کام کرنے کی نیت کی، مثلاً میں نے چار رکعت نماز ظہر ادا کرنے کی نیت کی، اس چیز کا نام اخلاص ہر گز نہیں ہے، بلکہ وہ ایک دوسری شئے ہے، اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے ظاہر و باطن کا تصفیہ کرے یعنی وہ شرک وریاکاری سے دور رہے، اس کے عمل کا مطلوب و مقصود صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ کی رضا ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَمَن كَانَ يَرْجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا﴾ [الکہف:۱۸/۱۱۰]

تو جسے بھی اپنے پرودگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: « یہ دونوں مقبول عمل کے ارکان ہیں مقبول عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور رسول اکرم ﷺ کی شریعت کے موافق ہو »[۱]۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۱۴۶.

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: «**ترک العمل لأجل الناس ریاء والعمل لأجل الناس شرک والاخلاص أن یعافیک الله منهما**»[1].

لوگوں کی وجہ سے عمل کو ترک کر دینا ریاء ہے اور لوگوں کی وجہ سے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں باتوں سے محفوظ رکھے۔

اور متابعت رسول ﷺ کا مفہوم یہ ہے کہ اس عمل میں آپ ﷺ کے طریق کار کو لازم پکڑا جائے یعنی آپ کے اوامر کو بجالایا جائے اور نواہی سے اجتناب کیا جائے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: « محمد رسول اللہ ﷺ کی گواہی کا مطلب یہ ہے کہ: جس چیز کا آپ نے حکم دیا ہے اس میں آپ کی پیروی کی جائے اور جس چیز کی آپ نے خبر دی ہے اس میں آپ کی تصدیق کی جائے اور جس چیز سے آپ نے روکا ہے اس سے اجتناب کیا جائے اور اللہ کی عبادت اس کی مشروع کی ہوئی چیزوں کے ذریعہ کی جائے »[2]۔

جب اہل کتاب نے اللہ عزوجل کی محبت کا دعوی کیا اور رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرنے سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت کو جھوٹا قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

﴿ **قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ** ﴾ [آل عمران:۳/۳۱]

کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے

---

(۱) مجموع للنووی ۱/۱۷، التبیان فی آداب حملة القرآن للنووی ۱/۱۳.

(۲) شرح الأصول الثلاثة للشیخ صالح بن فوزان الفوزان ۱۸۰.

محبت کرے گا۔

لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہو اسے چاہیئے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے اور جو شخص محب رسول ہونے کا دعوی کرے تو اسے چاہئے کہ آپ کے طریقہ کی پیروی کرے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جو نبی کریم ﷺ کی پیروی نہیں کرتے یا آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی چیز کی مخالفت کر تے ہیں ارشاد ربانی ہے: ﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النور:۶۳/۲۴]

سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

اطاعت رسول ﷺ عذاب جہنم سے نجات اور دخول جنت کا ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: «كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى» قالوا: يا رسول الله، ومن يأبى؟ قال: «من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى»[1]۔

میری پوری امت جنت میں جائے گی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، صحابہ

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ. ص۱۸۲۵(۷۲۸۰).

کرام رضی اللہ عنھم نے کہا یارسول اللہ کس نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: «جس شخص نے میری تابعداری کی جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا»۔

عبادت اور اللہ کے تقرب کی اساس و بنیاد اخلاص نیت اور متابعت رسول ﷺ ہیں اور ان دونوں شرطوں کے بغیر کوئی عبادت صحیح و مقبول نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُۥٓ أَجْرُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ ﴾ [البقرۃ:۲/۱۱۲]

سنو! جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا۔

یہ آیت کریمہ قبولیت عمل کے بنیادی دونوں شرطوں پر مشتمل ہے «من أسلم وجهه لله» کے اندر اخلاص نیت کا بیان ہے اور «وهو محسن» کے اندر اتباع شریعت (متابعت رسول ﷺ) کا بیان ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اخلاص نیت کے ساتھ اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم آپ ﷺ کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی امت بھی اس میں شامل ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿ قُلْ إِنِّىٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴾ [الزمر:۳۹/۱۱]

آپ کہہ دیجیے ! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرلوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ ﴾ [البينة:۹۸/۵] انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں۔

ارشاد نبوی ہے: «**إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى**» اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «عمل کے بغیر کوئی قول مقبول نہیں اور قول و عمل نیت کے بغیر درست نہیں ہوتے اور قول، عمل اور نیت سنت کی موافقت کے بغیر درست نہیں ہوتے»(۱)۔

اور کسی بھی عبادت کی درستگی اور قبولیت کے لیے بیک وقت دونوں شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے یعنی دونوں شرطیں لازم وملزوم ہیں، متابعت کے بغیر اخلاص کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی اور اخلاص کے بغیر متابعت کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗاۗ ﴾ [هود:۱۱/۷، الملک:۶۷/۲] اللہ تعالیٰ نے «**أكثر عملا**» نہیں کہا ہے بلکہ «**أحسن عملا**» کہا ہے اور کوئی کام اس

---

(۱) تلبيس إبليس لابن الجوزي ص:۲۴.

وقت تک حسن نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہ انجام پائے اور رسول اکرم ﷺ کی شریعت کے مطابق نہ ہو۔ اگر کسی عمل کے اندر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط معدوم ہو گی تو وہ عمل باطل اور ضائع و برباد ہو گا[1]۔

فضیل بن عیاض سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾[ھود:۱۱/۷، الملک:۶۷/۲] کی تفسیر میں مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ: «وہ سب سے زیادہ خالص اور درست عمل ہے» تو آپ سے اس کا معنی پوچھا گیا «تو آپ نے جواب دیا: جب عمل خالص ہوتا ہے اور درست نہیں ہوتا ہے تو وہ مقبول نہیں ہوتا ہے اور جب درست ہوتا ہے اور خالص نہیں ہوتا ہے تو بھی مقبول نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ خالص بھی ہو اور درست بھی، پس خالص یہ ہے کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور صواب (درست) یہ ہے کہ وہ سنت رسول کے موافق ہو»[2]۔

اور جن عبادات سے اخلاص نیت کا فقدان ہو گا وہ صرف باطل ہی نہیں ہوں گی بلکہ ان اعمال کے کرنے والوں کو فساد نیت کی وجہ سے سخت عذاب الٰہی سے دوچار ہونا پڑے گا، چنانچہ کافر و منافق اور ریاکار کے اعمال اکارت و برباد ہو جائیں گے اور وہ ان کے کچھ کام نہ آسکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا سخت محاسبہ کرے گا اور انھیں ان کے کئے کا سخت عذاب دے گا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۲/۵۷۱.

(۲) تهذيب حلية الأولياء ج۳ ص۱۵.

عَمَلٍ فَجَعَلْنَـٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾ [الفرقان:۲۵/۲۳]

اور انھوں نے جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انھیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے: ﴿ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَعْمَـٰلُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ ٱلظَّمْـَٔانُ مَآءً حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَهُۥ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَوَجَدَ ٱللَّهَ عِندَهُۥ فَوَفَّىٰهُ حِسَابَهُۥ ۗ وَٱللَّهُ سَرِيعُ ٱلْحِسَابِ ﴾ [النور:۲۴/۳۹]

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔

نیت کا حکم

عبادات کے اندر نیت:

تمام عبادات کے اندر نیت کی مشروعیت پر علماء متفق ہیں لیکن اس بات میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا ہر عبادت کے اندر نیت شرط ہے یا بعض عبادات اس سے مستثنیٰ ہیں اوران کی صحت کے لئے نیت شرط نہیں ہے۔

جمہور علماء کا خیال ہے کہ تمام عبادات کی صحت کے لئے اوران کے انجام دینے پر ثواب کے حصول کے لئے نیت شرط ہے، لیکن حنفیہ کا خیال یہ ہے کہ وضوء اور غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے، وضوء اور غسل بلانیت کے صحیح ہو جائیں گے، ان کی دلیل یہ ہے کہ وضوء اور غسل مقصود بذاتہ نہیں ہیں بلکہ ان سے نظافت مقصود ہے (اور یہ وسیلہ ہیں) پس وضوء اور غسل ازالۂ نجاست کے مشابہ ہو گئے[1]۔

﴿ فَٱعۡبُدِ ٱللَّهَ مُخۡلِصٗا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴾ [الزمر:۲/۲۴] کی تفسیر میں ابن العربی کہتے ہیں: « یہ آیت کریمہ ہر عمل میں نیت کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور ان میں سب سے بڑا عمل وضوء ہے جو نصف ایمان ہے بخلاف ابو حنیفہ اور ولید بن مسلم کے جو امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: « وضوء بغیر نیت کے کافی ہے، اور ایسا نہیں

---

(۱) طرح التثریب للحافظ العراقي ج۲ص۱۱، وبداية المجتهد لابن رشدج۱ص۶.

ہو سکتا کہ بغیر نیت کے وضوء نصف ایمان قرار پائے اور اس سے ناخن اور بال سے گناہ جھڑ جائیں »[۱]۔

معاملات وعادات کے اندر نیت:

معاملات اور عادات کی صحت کے لئے نیت شرط نہیں ہے لیکن ان کے ذریعہ ثواب حاصل کرنے کے لئے نیت شرط ہے بایں طور کہ ان سے اللہ تعالیٰ کا تقرب مقصود ہو مثلاً اگر کوئی شخص کھانا پانی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر مدد واستعانت کی نیت رکھتا ہے تو اس نیت کی وجہ سے اسے اجر وثواب حاصل ہو گا۔

(ممنوع افعال) افعال تروک کے اندر نیت:

وہ افعال جن کے کرنے سے شریعت نے روکا ہے انھیں اصطلاح میں افعال تروک کہا جاتا ہے[۲]۔

جمہور کے نزدیک افعال تروک کی صحت کے لئے نیت شرط نہیں ہے لیکن اس پر حصول ثواب کے لئے نیت شرط ہے۔یعنی معاصی کے مجرد اجتناب سے معاصی سے باز رہنے کا مطالبہ تو پورا ہو جائے گا لیکن اگر آدمی کو نفس امارہ کسی گناہ پر ابھارے اور وہ اس

---

(۱) تفسیر قرطبی ج۸ ص۲۳۳.

(۲) المجموع علی شرح المهذب للنووي ج۱ ص۱۶۸.

پر قادر ہونے کے باوجود اسے محض خشیت الٰہی کی بناء پر ترک کر دے تو اسے اس ترک پر ثواب ملے گا ورنہ ثواب نہیں ملے گا[۱]۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عذاب سے بچنے کے لئے صرف گناہ سے اجتناب کافی ہے، اسقاط عذاب کے لئے نیت شرط نہیں ہے لیکن تارک معاصی اگر عذاب سے بچنے کے ساتھ ساتھ حصول ثواب کا بھی خواہشمند ہے تو ایسی صورت میں اس کے لئے نیت ضروری ہے۔

(۱) دیکھیں: الأشباه والنظائر لابن نجیم ص۲۶،وعمدة القاري للعيني شرح صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ج۱ص۳۲.

نیت کی مشروعیت کی حکمت

ایک مکلف شخص کے لئے یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جن چیزوں کا مکلف بنایا ہے وہ ان کی تعمیل کرے خواہ ان کی حکمت و مصلحت اس کے فہم وادراک میں آئے یا نہ آئے بہر صورت اس کے لئے تعمیل حکم ضروری ہے. جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ [الأحزاب:۳۳/۳۶]

اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار نہیں رہتا۔

لیکن اگر کسی حکم کی مشروعیت کی حکمت وعلت آشکار ہو جائے تو یہ بہت بہتر ہے اس لئے کہ یہ تعمیل حکم کے اہم اسباب ودواعی میں سے ہے، لیکن اگر کسی حکم کی حکمت ومصلحت واضح نہ ہوتب بھی اس کے لئے اس پر ایمان لانا اور سر تسلیم خم کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ بندوں کی صلاح وفلاح اللہ کی مشروع کردہ چیزوں ہی کے اندر ہے، اور بسا اوقات نسانی عقول اللہ کی مشروع کردہ چیزوں کو جاننے سے قاصر رہتی ہیں جبکہ کبھی کبھار اللہ کی توفیق سے بعض حکمتیں اللہ کے نیک ومقرب بندوں کے فہم وادرا ک میں آجاتی ہیں، اور اللہ کے مشروع کردہ احکام میں سے نیت بھی ایک حکم ہے جس

کی مشروعیت کی بہت ساری اور عظیم حکمتیں ہیں۔

انسان اپنی روز مرہ زندگی میں جن اعمال کو انجام دیتا ہے وہ یا تو فطری و جبلی ہوتی ہیں یا تو تکلیفی ہوتی ہیں جن کا اللہ نے اسے حکم دیا ہوتا ہے اور جن اشیاء کا اللہ نے اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے وہ کبھی کبھار انسانی عادات واطوار سے مشابہ ہوتی ہیں اور ان کے درمیان تفریق نیت ہی کے ذریعہ سے ہو پاتی ہے، اس لئے نیت کی مشروعیت کی نمایاں ترین حکمتوں میں سے عبادات و عادات کے مابین یا مراتب عبادات کے درمیان تمیز ہو پاتی ہے[۱]۔

عبادات اور عادات کے مابین تمیز:

اس کی وضاحت مندرجہ ذیل مثالوں سے بخوبی ہو جاتی ہے

غسل عبادت اور عادت دونوں میں مشترک ہے، یعنی آدمی کبھی اللہ کے حکم کی بجا آوری اور عبادت کے مقصد سے غسل کرتا ہے جیسے غسل جنابت اور کبھی کبھار دیگر انسانی اغراض ومقاصد کے لئے غسل کرتا ہے جیسے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اور نظافت وصفائی کے لئے، بظاہر دونوں غسل کی شکل ایک ہے حالانکہ دونوں کے عمل مختلف ہیں اور ان کے مابین تمیز نیت ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔

---

(۱) دیکھیں: الأشباه والنظائر للسیوطي ج۱ص۷۶.

کسی دوسرے کو مال دینا:

آدمی بسا اوقات ہبہ یا ہدیہ یا بطور امانت دوسرے کو مال دیتا ہے اور بسا اوقات تقرب الی اللہ کے لئے دیتا ہے جیسے زکاۃ وصدقات اور کفارات، بظاہر دونوں کی شکل ایک ہے حالانکہ اعمال مختلف ہیں اور ان کے مابین تمیز نیت ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔

کھانا پانی سے باز رہنا:

بسا اوقات آدمی بطور علاج کھانے پینے سے باز رہتا ہے یا دنیاوی اغراض کی بنا پر اکل وشرب سے باز رہتا ہے یا اسے کھانے پینے کی خواہش نہیں ہوتی ہے یا اسے اشیاء خورد ونوش دستیاب نہیں ہوتی ہیں اس لئے نہیں کھاتا پیتا یا آدمی فقر ومحتاجی کی بنا پر مجبورا کھانے پینے سے باز رہتا ہے لیکن بسا اوقات وہ عبادت اور اللہ کا تقرب حاصل کر نے کے مقصد سے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ بظاہر دونوں امساک کی شکل ایک ہی ہے حالانکہ دونوں کے عمل مختلف ہیں اوران دونوں کے مابین نیت ہی کے ذریعہ تمیز ہوتی ہے۔

دشمن سے قتال کرنا

بسا اوقات آدمی دنیاوی اغراض کی بنا پر قتال کرتا ہے جیسے قبائلی و وطنی حمیت یا دادودہش کی لالچ اور بسا اوقات اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے قتال کرتا ہے بظاہر دونوں کی

شکل ایک ہے حالانکہ دونوں کے عمل مختلف ہیں اور ان کے مابین نیت ہی کے ذریعہ تمیز ہوتی ہے، اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جن اشیاء کے اندر عادات وعبادات میں مشابہت پائی جاتی ہے ان کے مابین نیت ہی کے ذریعہ تمیز ہو سکتی ہے تو ان عبادات کو عادات سے علیٰحدہ کرنے کے لئے ان عبادات میں نیت شرط ہے اور یہ نیت کی مشروعیت کا راز ہے۔

مراتب عبادات کی تمیز:

اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کے لئے جن طاعات کو مشروع قرار دیا ہے اور جن تقربات کے ذریعہ آدمی اللہ کی عبادت کرتا ہے ان کے مراتب و درجات مختلف ہیں ان میں سے بعض فرض ہیں اور بعض مندوب ہیں۔ بعض مطلق ہیں بعض مقید ہیں اس بات کی وضاحت مندرجہ ذیل مثالوں سے اچھی طرح ہو جاتی ہے.

نماز کی دو قسمیں ہیں فرض اور نفل، پھر فرض کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو نذر کے طور پر پڑھی جائے دوسری جو نذر کے طور پر نہ ہو جیسے پنج وقتہ نمازیں، پھر جو نماز بغیر نذر کے فرض ہے ان میں ایک وہ ہے جو وقت پر ادا پڑھی جائے اور دوسری وقت کے بعد بہ طور قضا پڑھی جائے ایسے ہی نفل نماز مطلق و مقید میں منقسم ہے اور مقید مؤکد اور غیر مؤکد میں منقسم ہے، مؤکد جیسے سنن رواتب اور وتر ہیں، غیر مؤکد وہ نوافل ہیں جو سنن رواتب کے علاوہ ہیں (یعنی فرض نمازوں سے قبل یا بعد کے نوافل جو سنن رواتب کے

علاوہ حدیث سے ثابت ہیں) اور مطلق نفل وہ ہے جو کسی وقت یا کسی عبادت کے ساتھ مرتبط نہیں ہوتا ہے، عبادات کی ان اقسام اور ان کے مراتب کی تحدید نیت ہی کرتی ہے[1]۔

جس طرح وجوب نیت کی حکمت عبادات اور مراتب عبادات کی تمیز مقصود ہے اسی طرح کسی عمل کے مقصد کی تمیز بھی مطلوب ہے کہ آیا یہ عمل اللہ کے لئے ہے یا دوسرے کے لئے ہے؟ آیا یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے یا اس سے ریاء و نمود مقصود ہے؟ اس عمل کو انجام دینے والے نے یہ عمل دنیا طلبی کے لئے انجام دیا ہے یا طلب آخرت کے لئے؟ وغیرہ۔

اور کسی عمل کے مقصد وغایت ہی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ثواب وعقاب مرحمت کرتا ہے اور اسی وجہ سے لوگ آخرت میں مومن اور کافر، اہل جنت اور اہل جہنم میں دو گروپوں میں منقسم ہوں گے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی مدح سرائی کی ہے اور ان کے اخلاص کے بدلے انھیں مکمل سکون عطا کیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [الانعام:۶/ ۸۲] جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

---

(۱) النية وأثرها في الأحكام الشرعية ج۱ص ۱۹۴-۱۹۵.

اور دوسری جگہ بیان فرمایا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک وہی دین مقبول ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو ﴿ أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلْخَالِصُ ﴾ [الزمر:۳۹/۳] خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل نہیں کرتے ہیں یا غیر اللہ کے لئے عبادت کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝٤ ٱلَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝٥ ﴾ [الماعون:۱۰۷/۴-۵] ان نمازیوں کے لئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیز کو روکتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِٱللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۝١٠٦ ﴾ [یوسف:۱۲/۱۰۶][۱]۔ ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہیں۔

(۱) النية وأثرها في الأحكام الشرعية ج۱ ص۲۰۱-۲۰۲.

اقسامِ نیت

پچھلے صفحات میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ نیت عمل کی صحت کے لئے شرط ہے اور نیت سے عاری عمل کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے نیت کی اقسام کو ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نیت کی دو قسمیں ہیں عام نیت اور خاص نیت :

عام نیت:

دکتور صالح بن غانم السدلان رقمطراز ہیں عام نیت کا مطلب یہ ہے: « آدمی کسی بھی قسم کی عبادت کرنے کی عام نیت کرے مثلاً جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آئی ہر بات پر ایمان لانے ہوئے «**لاإله إلا الله محمد رسول الله**» کی گواہی دی تو گویا وہ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی وبری تقدیر پر بھی ایمان لایا، ایمان مجمل کی نیت اس کے لئے کافی ہوگی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے آئی ہوئی جن باتوں پر آدمی کے لئے ایمان لانا واجب ہے اس کی جزئیات وتفصیلات کے لئے نیت واجب نہیں ہے، مثلاً ایمان باللہ کی جزئیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، رازق ہے، وہی مارتا ہے، وہی

جلاتا ہے وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے وہ صفت کمال اور صفت جلال سے متصف ہے تو ان ساری تفصیلات پر ایمان لانے کی نیت ضروری نہیں ہے بلکہ یہاں مجمل ایمان کی نیت کافی ہے لیکن جب ان جزئیات وتفصیلات کا ذکر آئے تو ایسی صورت میں ایمان مفصل کی نیت واجب ہوگی۔

جملہ عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج و زکاۃ کی انجام دہی کے لئے ان عبادات کا قصد وارادہ کرتے وقت ان کے آغاز میں مجمل نیت کافی ہے۔ ان عبادات کی جزئیات و تفصیلات کے لئے نیت لازم نہیں ہے، مثلاً آدمی نے نماز ظہر کی نیت کرلی تو اس کے لئے یہ مجمل نیت کافی ہے۔ اس کے لئے یہ لازم نہیں کہ نماز کی ہر ہر جزئیات کی نیت کرے[1]۔

خاص نیت:

گزشتہ سطور سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عقائد وعبادات میں عام نیت کافی ہے لیکن کسی خاص عبادت کی ادائیگی کے وقت اس عبادت کی نیت ضروری ہے تاکہ وہ عبادت دوسری عبادت سے الگ ہو سکے اور اس عبادت کے رتبہ و درجہ کی تحدید ہو سکے، مثال کے طور پر نماز ہے اور وہ فرض و نفل میں منقسم ہے اور کچھ فرائض ایسے ہیں جو دائمی واجب ہیں جیسے نماز پنجگانہ ہے اور کچھ سببی واجب ہیں جیسے نذر والی نماز، بعض نفل مقید

---

(۱) النية وأثرها في الأحكام الشرعية ج۱ ص۲۰۹-۲۱۰.

ہیں اور بعض مطلق ہیں اور مقید میں کچھ مؤکد ہیں جیسے سنن رواتب اور وتر اور کچھ غیر مؤکد ہیں جیسے فرض نمازوں سے قبل یا بعد کے نوافل جو سنن رواتب کے علاوہ ادا کئے جاتے ہیں اور مطلق میں بعض افضل ہیں اور بعض مفضول، ظاہر ہے ان انواع کی تحدید اور ان کی دوسرے سے تمیز نیت ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «**إنما الأعمال بالنيات**» یہ حدیث سبھی اعمال کو شامل ہے اس لئے کوئی بھی عمل بغیر نیت درست نہ ہو گا، اگر کسی نمازی نے بلا فرض ونفل کی تعیین کئے ہوئے مطلق نماز ادا کی تو عدم تعیین کی بنا پر اس کی نماز درست نہ ہو گی۔

جس طرح نماز کی بہت ساری قسمیں ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح سے زکاۃ، روزہ، حج، امر بالمعروف والنھی عن المنکر، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اور کفالت وغیرہ ان میں کچھ واجب ہیں کچھ مسنون ہیں کچھ مؤکد ہیں کچھ غیر مؤکد ہیں[1]۔

نیت کی تقسیم اس کے متعلق کے اعتبار سے:

کہیں نیت سے عمل کی تمیز مراد ہوتی ہے تو کہیں اس سے یہ وضاحت مقصود ہوتی ہے کہ یہ عمل کس کے لئے انجام دیا گیا ہے وہ نیت جس سے تمیز عمل مراد ہوتا ہے اس کے متعلق فقہاء کتب فقہ میں بحث کرتے ہیں آیا یہ نیت تمام اعمال میں شرط ہے یا بعض

(۱) النية وأثرها في الأحكام الشرعية ج۱ ص۲۱۰-۲۱۱۔

اعمال میں شرط ہے، اور وہ نیت جس سے اس جانب اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ یہ عمل کس کے لئے انجام دیا گیا تو نیت کی یہ قسم کتب عقائد کا موضوع ہے یعنی قبول عمل کے لئے عمل کا خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا شرط ہے اور کسی بھی قسم کی عبادت غیر اللہ کے لئے کرنا شرک ہے[1]۔

---

(۱) النية وأثرها في الأحكام الشرعية ج١ ص٢١٣.

وہ اعمال جو نیت کے محتاج نہیں ہوتے

(ممنوع افعال) افعال تروک:

تکالیف شرعیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) اوامر (۲) نواہی، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جن چیزوں کا مکلف بنایا ہے ان میں سے کچھ چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کچھ چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے، جن چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے انھیں فقہاء کی اصطلاح میں افعال تروک (ممنوع افعال) کہا جاتا ہے، جمہور اور محققین اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ تروک (افعال ممنوعہ) نیت کے محتاج نہیں ہوتے ہیں، امام نوویؒ فرماتے ہیں طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک طہارت حدث سے حاصل کی جاتی ہے اور دوسری طہارت نجاست سے حاصل کی جاتی ہے، جو طہارت نجاست سے حاصل کی جاتی ہے وہ نیت کی محتاج نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تروک کے باب سے ہے جس میں نیت کی ضرورت نہیں جیسے زنا، شراب، لواط، غصب اور چوری کو ترک کرنا[۱]۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "طہارت نجاست تروک کے باب سے ہے اس کا مقصود نجاست کو دور کرنا ہے اس لئے اس کے اندر بندہ کے فعل اور قصد کو شرط نہیں قرار دیا گیا بلکہ اگر نجاست آسمان سے نازل ہونے والی بارش سے زائل ہو

---

(۱) المجموع على شرح المهذب للنووي ج۱ص۱۶۸.

جائے تو زوال نجاست کا مقصود حاصل ہو جائے گا جیسا کہ ائمہ اربعہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے[1]۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو منہیات سے اجتناب کے وقت انھیں ترک نواہی کی نیت کرنے کا مکلف نہیں بنایا ہے اس لئے کہ اس میں زیادہ مشقت پائی جارہی ہے بلکہ کبھی کبھار اس میں تکلیف مالا یطاق ہوتا ہے اس لئے کہ بہت ساری منہیات مکلف کے حاشیہ خیال میں نہیں آتیں[2]۔

لیکن منہیات کو بلا قصد اور نیت کے ترک کرنے پر مکلف کو ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ حصول ثواب کے لئے نیت شرط ہے، یعنی مکلف جب منہیات کو اللہ کا تقرب سمجھ کر ترک کرتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا شمار عبادت میں ہوتا ہے اور اسے اس پر اجر وثواب ملتا ہے۔

حقوق کی ادائیگی:

اگر کسی شخص کا کسی پر حق ہے تو صاحب حق کو اس کا حق مل جانے سے اس کی ادائیگی ہو جائے گی گرچہ اس حق کی ادائیگی میں اس شخص کی نیت اور فعل کا کوئی دخل نہ ہو، جیسے قرض کی ادائیگی، غصب شدہ مال کو لوٹانا اور بیویوں کا نان ونفقہ دینا، اسی طرح

---

(۱) مجموع الفتاوی لابن تيمية ج٢١ص٤٧٧.

(٢) النية وأثرها في الأحكام الشرعية ج١ص٢٨٦.

سے حقدار کو اس کا عین مال مل جانا یا امانت رکھے ہوئے یا غصب شدہ کپڑے کا ہوا کے جھونکوں کے ذریعہ اڑ کر صاحب حق کے ہاتھ میں پہونچ جانا، تو اس طرح اگر مال اس کے حقدار کے ہاتھ میں پہونچ جائے تو اس سے برأت ذمہ ثابت ہو جائے گی گرچہ جس شخص پر حق واجب ہے اس حق کی ادائیگی میں اس کی نیت یا اس کے فعل کا کوئی دخل نہ ہو اور نہ ہی اس نے ادائیگی کی نیت ہی کی ہو[1]۔

متعین عبادات:

متعین عبادات تعیین نیت کے محتاج نہیں ہوتے، بلکہ نیت قصد و ارادہ کے محتاج ہوتے ہیں، اس بات کی وضاحت اس طرح سے ہوتی ہے کہ نیت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نیت قصد و ارادہ۔ (۲) نیت تخصیص و اضافت۔

نیت قصد و ارادہ کا ہر عمل کے اندر پایا جانا لازمی ہے، ہر عمل کی صحت کے لئے نیت شرط ہے اس لئے کہ مکلف نے اگر کسی عبادت کو بلا قصد و ارادہ انجام دیا تو اس کی عبادت عدم نیت کی بنا پر صحیح نہ ہوگی[2]۔

نیت تخصیص و اضافت صحت عمل کے لئے شرط نہیں ہے وہ اعمال جو اللہ کے لئے

---

(۱) دیکھیں: نهاية الأحكام لأحمد بک الحسيني ص۱۰، والقواعد في الفقه الإسلامي لعبدالرحمن بن رجب الحنبلي ص۲۳۶ القاعدة السادسة والتسعون.

(۲) النية و أثرها في الأحكام الشرعية ج۱ص۲۹۰ بتصرف۔

مخصوص ہیں جیسے ایمان، تعظیم واجلال، خوف و رجاء، توکل، حیاء، محبت اور صوم وصلاۃ وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں اور ایسے قربات ہیں جن کے اندر التباس نہیں پایا جاتا ہے اس لئے ان میں نیت تخصیص کی حاجت نہیں ہے[1]۔

---

(۱) دیکھیں: الأمنية في إدراک النية للقرا في ص۱۴۳-۱۴۴۔

نیت کا محل اور نیت کا زبانی اظہار

علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نیت کا محل دل ہے اس لئے کہ نیت کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے پر قصد و عزم کرنا اور قصد و عزم اعمال قلوب میں سے ہیں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ نیت کا محل دل ہے[۱]۔

سری یا جہری زبانی نیت کے اظہار کے وجوب یا استحباب کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے اور نہ ہی صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین سے اور نہ ہی ائمہ اربعہ سے، جہری طور پر اظہار نیت عوام الناس کی پیداوار ہے، بعض اصحاب شافعیہ نے امام شافعیؒ کے کلام کا غلط مفہوم اخذ کر کے دل کے ارادہ کے ساتھ ساتھ (سرا) زبانی نیت کے اظہار کو واجب قرار دیا ہے لیکن محققین شافعیہ ہی نے اس قول کی سخت تردید کی ہے[۲] سری طور پر زبانی اظہار نیت کو بعض اتباع ائمہ نے مستحب قرار دیا ہے لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اسے مستحب نہیں مانا ہے اور اتباع ائمہ نے اپنے اس قول پر کوئی دلیل نہیں ذکر کی ہے بلکہ انھوں نے تعلیلات ذکر کی ہیں اور کہا ہے کہ دلی نیت کے ساتھ

---

(۱) مجموع الفتاوی لابن تیمیة ج۲۲ص۲۳۰.

(۲) المجموع علی شرح المهذب للنووي ج۳ص۱۶۹.

زبانی اظہار نیت زیادہ مؤکد ہے یا زبانی نیت کے اظہار سے دل کو تقویت پہنچتی ہے یا زبانی نیت کا اظہار عزیمت کے لئے زیادہ قوی ہے۔

زبانی نیت کے اظہار کے سلسلہ میں مذاہب اربعہ کے اقوال:

شافعیہ : امام شافعی رحمہ اللہ سے زبانی نیت کا ثبوت کہیں نہیں ملتا ہے لیکن ابو عبد اللہ الزبیری رحمہ اللہ کو امام شافعی رحمہ اللہ کے کلام کا صحیح مفہوم سمجھنے میں چوک ہوئی اور انھوں نے یہ سمجھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں زبانی اظہار نیت کو واجب قرار دیتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کتاب المجمع میں فرماتے ہیں «إذا نوى حجا أو عمرة أجزأ وإن لم يتلفظ وليس كالصلاة لا تصح إلا بالنطق»[1] جب آدمی نے حج یا عمرہ کی دل سے نیت کر لی تو اس کے لئے دلی نیت کافی ہے گرچہ اس نے زبان سے نیت کا اظہار نہیں کیا اور حج و عمرہ نماز کی طرح نہیں ہے جو تکبیر تحریمہ کی زبانی ادائیگی کے بغیر صحیح نہ ہوگی۔

جن لوگوں نے زبان سے نیت کی ادئیگی کو شرط یا مستحب قرار دیا ہے انھوں نے یہ سمجھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے تلفظ بالنیۃ مراد لیا ہے لیکن محققین نے اس مفہوم کو غلط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کہہ کر نماز

---

(۱) المجموع على شرح المهذب للنووي ج۳ص۱۶۹.

کا آغاز کرنا چاہئے[1] اس لئے کہ صرف نیت کے ذریعہ نماز میں داخلہ کو کسی نے جائز نہیں قرار دیا ہے بلکہ تکبیرہ تحریمہ کا زبان سے کہنا ضروری ہے اور اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

حنفیہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے زبانی نیت کے سلسلہ میں کچھ بھی وارد نہیں ہوا ہے، لیکن فقہاء حنفیہ کے یہاں زبانی نیت کے سلسلہ میں اختلاف ہے، بعض نے جائز، بعض نے مستحب، بعض نے مسنون، بعض نے مکروہ اور بعض نے بدعت قرار دیا ہے[2]۔

شارح (الدر المختار) کہتے ہیں «صاحب مبسوط، ھدایۃ اور کافی اس بات کی طرف گئے ہیں کہ «إن فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن» اگر آدمی نے دلی نیت کے ساتھ زبان سے بھی نیت کا اظہار کیا تاکہ اپنے دل کے ارادے کو پختہ کرے تو اچھا ہے[3]۔

بعض حفاظ نے کہا ہے: «رسول اکرم ﷺ سے نہ تو کسی صحیح سند سے اور نہ ہی کسی ضعیف سند سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ نماز کے آغاز میں یہ کہتے تھے کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں اور نہ ہی صحابہ اور تابعین میں سے کسی سے اس بات کا ثبوت

---

(١) حوالہ سابق۔

(٢) دیکھیں: البحرالرائق لزين الدين ابن نجيم الحنفي ج ١ص٢٩٣، والأشباه والنظائر لابن بخيم ٤٨۔

(٣) حاشية در المختار لابن عابدين ج٢ص٩٢.

ملتا ہے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ سے یہ بات منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو اللہ اکبر کہتے اس لئے نیت کا زبان سے اظہار بدعت ہے[1]۔

مالکیہ: امام مالک رحمہ اللہ سے زبانی نیت کے متعلق کچھ بھی منقول نہیں ہے، آپ فرماتے ہیں: « نماز کی تحریم تکبیر تحریمہ ہے اور اس کی تحلیل السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہے۔ نماز سے نکلنے کے لئے السلام علیکم کے علاوہ کوئی دوسرا جملہ اور نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ أکبر کے علاوہ کوئی دوسرا جملہ کافی نہیں ہوگا »[2]۔

یہ عبارت صراحۃً اس بات کی تائید کر رہی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نماز کے لئے زبان سے اظہار نیت کو مستحب نہیں سمجھتے تھے اور جن لوگوں نے نماز کے لئے زبان سے اظہار نیت کو مستحب سمجھا ہے انھوں نے نماز کو حج وعمرہ کے تلبیہ اور نیت پر قیاس کیا ہے جبکہ امام مالک رحمہ اللہ احرام کے اندر بھی زبان سے اظہار نیت کے قائل نہ تھے بلکہ آپ صرف تلبیہ پکارنے کو کافی سمجھتے تھے۔

سحنون کہتے ہیں کہ میں نے ابن قاسم سے دریافت کیا: « کیا امام مالکؒ اس بات کے قائل تھے کہ محرم احرام (دخول نسک) کے وقت تلبیہ کے علاوہ کچھ اور کہے گا یا صرف تلبیہ اس کے لئے کافی ہوگا اور حج وعمرہ جس کا وہ قصد رکھتا ہے اس کی نیت کرے

---

(١) شرح فتح القدير لابن الهمام ج١ص١٨٦.

(٢) المدونة الكبرى للإمام مالك بن أنس، كتاب الصلاة، في الاحرام للصلاة ج١ص٦٥-٦٦.

گا اور وہ یہ نہیں کہے گا کہ «**اللهم إني محرم بحجة أو عمرة**» یعنی اے اللہ میں حج یا عمرہ میں داخل ہو رہا ہوں » ؟ ابن قاسم نے جواب دیا: « امام مالک رحمہ اللہ کہتے تھے کہ اس کے لئے تلبیہ کافی ہوگا اس کے لئے اس نسک کی نیت کافی ہوگی جس کا وہ قصد کر رہا ہے اور وہ یہ نہیں کہے گا «**اللهم إني محرم بحجة**» اے اللہ میں حج میں داخل ہو رہا ہوں اور آپ کے نزدیک دل سے نیت کرنا زبان سے اظہار نیت کرنے سے زیادہ پسندیدہ تھا[۱]۔

بعض اصحاب مالکیہ نے زبان سے نیت کو تو جائز کہا ہے لیکن اسے خلاف اولی قرار دیا ہے « نماز کے فرائض میں سے نماز کی نیت ہے اور زبان سے نیت کی ادائیگی جائز ہے لیکن نماز یا غیر نماز میں زبان سے نیت نہ کرنا اولی ہے »[۲]۔

اور بعض مالکیہ نے زبان سے نیت کو مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے، لیکن وہ شخص جسے بہت زیادہ وسوسہ ہوتا ہے تو وسوسہ کو دور کرنے کے لئے اس کے لئے زبان سے اظہار نیت جائز قرار دیا ہے[۳]۔

حنابلہ: امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا آپ تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ کہتے ہیں؟

---

(۱) المدونة الكبرى، كتاب الحج، باب ماجاء في التلبيةج۱ص۲۹۵.

(۲) الشرح الصغير مع حاشية الصاوي ج۱ص۳۰۳-۳۰۴.

(۳) أسهل المدارك شرح إرشاد السالك في فقه الإمام مالك لأبي بكر بن حسن الكنشاوي ج۱ص۱۹۴۔

آپ نے جواب دیا: نہیں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب سے کچھ منقول نہیں ہے[1]۔

ابو داؤد کہتے ہیں: «میں نے احمد سے کہا کیا نمازی تکبیر تحریمہ سے قبل کچھ کہے گا؟ آپ نے جواب دیا: نہیں»[2]۔

امام احمد رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ نماز میں تکبیر تحریمہ سے قبل کوئی بھی چیز نہیں کہی جائے گی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ تکبیر تحریمہ سے قبل کچھ بھی نہیں کہتے تھے اور یہی منہج متقدمین فقہاء حنابلہ کا رہا ہے اور انھوں نے سبھی عبادات میں زبان سے اظہار نیت کو بدعت قرار دیا ہے[3]۔

لیکن متعدد متأخرین فقہاء حنابلہ نے دل کی نیت کے ساتھ سری طور پر زبان سے نیت کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ زبان سے دل کی موافقت ہو جائے[4]۔

پچھلے صفحات میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ ائمہ کرام کے بعض متبعین نے زبان سے اظہار نیت کو مستحب سمجھا ہے لیکن انھوں نے اس پر کوئی دلیل نہ ذکر کرکے صرف علت ذکر کی ہے جبکہ ان کے مخالفین جنھوں نے زبان سے نیت کو مکروہ وبدعت قرار دیا

---

(۱) كشاف القناع للمنصور بن يونس بن إدريس البهوتي ج۱ص۳۸۳۔

(۲) مجموع فتاوى لابن تيمية ج۲۲ص۲۲۸.

(۳) دیکھیں: كشاف القناع باب الوضوء ج۱ص۱۰۸۔

(۴) المصدر السابق۔

ہے انھوں نے ادلہ کی روشنی میں اپنا مدعا ثابت کیا ہے اور استحباب کے قائلین کی تردید کی ہے، ذیل میں اجمالاً اس کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

کسی چیز کا مستحب ہونا بلادلیل ثابت نہیں ہوتا اور زبان سے نیت کے استحباب پر کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ استحباب حکم شرعی ہے جو مجرد اشتہاء سے ثابت نہیں ہوتا ہے پس وہی چیز واجب ہوسکتی ہے جسے اللہ اور رسول نے واجب کیا ہے اور وہی چیز مستحب ہوسکتی ہے جسے اللہ اور رسول نے مستحب قرار دیا ہو، اور اس حقیقت کی وضاحت بعض احناف نے کی ہے کہ مستحب سے اصطلاحی مستحب مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ہمارے علماء نے مستحب قرار دیا ہے۔ اسی طرح سنت کا مطلب طریقۂ حسنہ ہے[1]۔

حالانکہ ان کی یہ توجیہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ سنت یا مستحب کا اطلاق معروف اصطلاحی مفہوم یعنی سنت رسول ﷺ پہ ہوتا ہے، اگر زبان سے اظہار نیت مستحب ہوتا تو نبی کریم ﷺ حکم سے ضرور ثابت ہوتا، لیکن زبان سے نیت کسی بھی طرح سے آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے زبان سے نیت بدعت ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ منقول نہیں ہے کہ کسی بھی عبادت میں آپ ﷺ نے زبان سے اظہار نیت کی ہے اور نہ ہی اپنے اصحاب میں سے کسی کو آپ ﷺ نے اس کی تعلیم

---

(۱) حاشیة ابن عابدین ج۲ص۹۲.

دی ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہے۔ اور نہ ہی صحابہ میں سے کسی سے یہ منقول ہے کہ انھوں نے زبان سے نیت کی ہو یا کسی کو اس کی تعلیم دی ہو یا اس کا حکم دیا ہو اور نہ ہی تابعین اور نہ ہی اتباع تابعین اور نہ ہی ائمہ أربعہ اور نہ ہی کسی معتبر امام سے زبان سے نیت منقول ہے[1]۔

اور یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ مشروع عبادات کے اندر کسی بھی قسم کی غیر مشروع زیادتی کرنا دو وجہوں سے بدعت ہے:

ا۔ اس لئے کہ وہ شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ چیز مشروع و مستحب ہے یعنی اس کام کا کرنا اس کے ترک کرنے سے بہتر ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس کام کو سرے سے کیا ہی نہیں ہے۔ پس ایسی صورت میں معاملہ اس حد تک پہونچ جاتا کہ گویا وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ ہمارا یہ فعل نبی کریم ﷺ کے فعل سے اکمل و افضل ہے۔ چنانچہ ایک آدمی نے مالک بن انس رحمہ اللہ سے میقات سے پہلے احرام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے کہا کہ مجھے تمہارے بارے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، سائل نے کہا کہ اس میں فتنہ کی کیا بات ہے؟ اللہ کی اطاعت میں چند میل کی زیادتی ہے، آپ نے کہا: اس سے بڑھ کر اور کون سا فتنہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنے جی میں یہ خیال کرو کہ «**انک خصصت بفضل لم یفعله رسول الله ﷺ**» تم کو ایسا

---

(۱) شرح فتح القدیر لابن همام ج۱ص۱۸۶، وزاد المعاد لابن القیم ج۱ص۲۰۱.

خاص فضل حاصل ہو گیا جو رسول ﷺ کو حاصل نہ تھا[۱]۔

۲۔ زبانی نیت بدعت ہے اس لئے کہ اس پر مداومت کرنا اس چیز کے خلاف ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے عبادات میں مداومت کی ہے اس لئے یہ چیز باتفاق ائمہ بدعت ہے[۲]۔

احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز کی ابتدا «**الله أكبر**» سے کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: «**كان رسول الله ﷺ يستفتح الصلاة بالتكبير...**»[۳]۔

اسی طرح وہ شخص جس نے جلدی جلدی نماز ادا کی تھی اور پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تھا تو آپ ﷺ نے اسے کئی بار نماز کے دہرانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اس نے تھک کر اخیر میں آپ ﷺ سے طریقہ نماز کی تعلیم کی درخواست کی، تو آپ ﷺ نے اس سے کہا تھا: «**إذاقمت إلى الصلاة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن...**»[۴] جب تم نماز کا ارادہ کرو تو مکمل وضو کرو پھر قبلہ رو کھڑے ہو اور اللہ اکبر کہو پھر قرآن میں سے تمہارے لئے جو آسان ہو اسے پڑھو۔

---

(۱) مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة ج۲۲ص۲۲۳۔

(۲) دیکھیں: النیات في العبادات للدكتور عمر سليمان الأشقر ۱۲۷۔۱۳۰۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتتح به ويختم به... ص۴۶۹ (۱۱۰۹).

(۴) صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب أمر النبی ﷺ الذیلا یتم رکوعه بالإعادة ص۱۹۱(۷۹۳) .

عن عبدالله بن زيد بن عاصم الأنصاري قال: قيل له: توضأ لنا وضوء رسول الله ﷺ فدعا بإناء، فأكفأ منها على يديه فغسلهما ثلاثا...» [۱]۔

عبد اللہ بن زید بن عاصم انصاری سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا: آپ رسول اللہ ﷺ جیسا وضوء کر کے ہمیں دکھایئے، آپ نے پانی کا برتن منگایا اور اس سے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر پانی ڈالا پھر ان کو تین بار دھلا...۔

نصوص بالا اس سلسلہ میں صریح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نماز کا آغاز «**الله أكبر**» سے کرتے تھے اور تکبیر تحریمہ سے قبل کچھ بھی نہیں کہتے تھے اسی طرح وضوء کی ابتداء ہتھیلیاں دھونے سے کرتے تھے اور حج و عمرہ کے اندر «**اللهم إني أريد الحج و العمرة**» نہیں کہتے تھے بلکہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پکارتے تھے اور تلبیہ پکارنا یہ زبانی نیت نہیں ہے جیسا کہ ذکر ہوا کہ امام أبو داؤد نے امام احمد سے سوال کیا: «کیا نمازی تکبیر تحریمہ سے قبل کچھ کہے گا؟ آپ نے جواب دیا: نہیں» [۲]۔

نیت دل سے قصد و ارادہ کا نام ہے جو علم کے تابع ہے، اس لئے علم ہی سے نیت کی تاکید ہوتی ہے اور زبانی نیت سے دل کے نیت کی تاکید نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ بغیر علم

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب في وضوء النبي ﷺ ص۱۵۴(۲۳۵).

(۲) دیکھیں: النيات فی العبادات ص۱۳۰-۱۳۱.

کے نیت مستحیل ہے۔

نیت کا مقام دل ہے لہذا زبان سے نیت کی کوئی حاجت نہیں ہے، اس لئے کہ آدمی اس اللہ کی عبادت کر رہا ہے جو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے نہ کہ وہ کسی آدمی کی عبادت کر رہا ہے جو اس کے دل کی بات سے واقف نہیں ہے، اس لئے اسے اپنے دل کی بات بتانے کے لئے زبان سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ زبان سے نیت کرنے سے بہت سارے خراب اور منفی آثار و نتائج پیدا ہوتے ہیں چنانچہ شیطان دلوں کے اندر شکوک اور وسوسے پیدا کرتا ہے اور بار بار تجدید نیت پر مجبور کرتا ہے اور یہ چیز مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بہت سارے لوگ زبان سے نیت کا اظہار کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کا قصد کرتے ہیں تو انھیں شک ہو جاتا ہے کہ انھوں نے نیت کی یا نہیں، چنانچہ وہ دوبارہ زبان سے نیت کرتے ہیں، اور بہت سارے لوگوں کا معاملہ حد جنون تک پہونچ جاتا ہے[۱]۔

سطور بالا سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ زبان سے نیت کا ثبوت نہ تو نبی کریم ﷺ سے ہے اور نہ ہی صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین سے اور نہ ہی ائمہ اَربعہ سے اور بعض متبعین ائمہ نے گو کہ اسے جائز اور مستحب قرار دیا ہے لیکن انھوں نے تعلیل کے سوا اس کی کوئی دلیل نہیں ذکر کی ہے انھوں نے اپنے اس قول کے ذریعہ رسول

---

(۱) تلبیس إبلیس ص:۱۳۸.

اکرم ﷺ کی مخالفت کی ہے اور مزید براں انھوں نے اپنے اماموں کی بھی مخالفت کی ہے جن کی تقلید کا وہ دم بھرتے ہیں، اس لئے ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے طریقہ کی اتباع کرے اور نیت کے زبانی اظہار سے پرہیز کرے۔

لیکن حج و عمرہ اور قربانی دو ایسے مسائل ہیں جن کے سلسلہ میں نیت کے زبانی کی قدرے وضاحت مطلوب ہے، فقہاء مذاہب اربعہ نے اپنی اکثر کتابوں میں حج یا عمرہ کے احرام میں داخلہ کے وقت نیت کے زبانی اظہار کو مستحب قرار دیا ہے[۱]۔

لیکن احرام کے وقت طریقہ رسول ﷺ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو نیت کے زبان سے اظہار کی مشروعیت کا ثبوت ہمیں ہرگز نہیں ملتا ہے، بلکہ آپ ﷺ نے بآواز بلند صرف تلبیہ پکارا ہے اور تلبیہ پکارنا یہ نیت کا اظہار نہیں ہے، اور حدیث جابر جس میں رسول اکرم ﷺ کی صفت حج کا مفصلاً بیان ہے اگر اللہ کے رسول ﷺ نے «نويت الحج أو اللّٰهم إني أريد الحج» یا اس قسم کا دوسرا جملہ اپنی زبان سے ادا کیا ہوتا تو حضرت جابر یا دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے ضرور نقل کیا ہوتا، اس لئے اللہ اور اس کے رسول کا قول ثابت ہو جانے کے بعد کسی دوسرے کے قول کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہونا چاہئے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ بقول

---

(۱) تبيين الحقائق للزيلعي ج۲ص۹، والكافي لابن قدامة ج۲ص۳۲۸، الشرح الصغير لأبي البركات أحمد بن محمد بن أحمد الدردير مع حاشية الصاوي ج۲ص۱۶، والمجموع على شرح المهذب للنووي ج۷ص۱۴۸.

شاعر

ہوتے ہوئے مصطفی کی گفتار * مت دیکھ کسی کا قول وکردار

اسی طرح جن لوگوں نے قربانی کے جانور کے ذبح کرتے وقت زبان سے اظہار نیت کو مشروع قرار دیا ہے ان کا استدلال نبی کریم ﷺ کے اس فعل سے ہے کہ آپ نے قربانی کے موقعہ پر یہ دعا پڑھی: «**بسم الله والله أكبر اللّٰهم هذا منك ولك عن محمد وآل محمد**» ان کا کہنا ہے کہ آپ نے «**عن محمد وآل محمد**» کہا ہے جس سے زبانی نیت کے استحباب کا ثبوت ملتا ہے حالانکہ یہ زبان سے اظہار نیت نہیں ہے اس لئے کہ آپ نے «**اللّٰهم إني أريد أن أضحي**» یا اس جیسا کوئی دوسرا جملہ نہیں کہا ہے جیسا کہ زبان سے نیت کرنے والے کہتے ہیں۔ اوراللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذبیحہ پر اللہ کا نام ذکر کرنے کا حکم دیا ہے پس معلوم ہوا کہ «**اللّٰهم منك ولك عن محمد وآل محمد**» ذکر ہے، نیت نہیں ہے۔

نیت کا وقت

در اصل کام کرنے کے وقت نیت ہونی چاہئے لیکن بسا اوقات نیت عمل پر مقدم ہوتی ہے اور کبھی عمل سے ملی ہوتی ہے اور بسا اوقات عمل کے درمیان میں ہوتی ہے۔

نیت کا عمل پر مقدم ہونا:

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نیت اگر عمل سے بہت زیادہ (باعتبار عرف) مقدم ہے یا نیت اور منوی (جس کی نیت کی گئی ہے) کے درمیان اس سے غیر متعلق اعمال آجاتے ہیں تو ایسی صورت میں نئے سرے سے اس عمل کی نیت واجب ہے[۱]۔

اسی طرح سے اس بات پر بھی سب متفق ہیں کہ آدمی نے اگر کسی کام کی نیت کی پھر اس نیت کو ختم کر دیا لیکن پھر وہی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے نئے سرے سے نیت ضروری ہے۔ نیت کا عمل سے تھوڑی دیر (باعتبار عرف) مقدم ہونا جائز ہے، لیکن یہ مسئلہ اختلافی ہے اس لئے کہ بعض لوگوں نے عمل پر تقدیم نیت کو واجب قرار دیا ہے لیکن راجح قول کے مطابق عمل پر تقدیم نیت صرف جائز ہے۔

---

(۱) تبيين الحقائق للزيلعي ج۱ص۹۹، الشرح الصغير مع حاشية الصاوي ج۱ص۳۰۴، المغني لابن قدامة ج۲ص۱۳۶، المجموع ج۳ص۲۴۴.

نیت کا پہلے عمل کے ساتھ ملا ہونا:

اصل یہ ہے کہ نیت پہلے عمل کے ساتھ ملی ہو مثلاً تکبیر تحریمہ کے وقت نماز کی نیت کی جائے اور راجح قول کے مطابق نیت کا پہلے عمل سے ملا ہونا افضل اور احوط ہے اور تھوڑا مقدم ہونا جائز ہے۔

نیت کا عمل سے موخر ہونا:

پچھلے سطور میں اس بات کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ عمل پر تقدیم نیت جائز ہے اور عمل کے ساتھ ملا ہونا افضل ہے، لیکن عمل سے موخر ہونا یعنی نیت کا عمل کے درمیان پایا جانا قطعاً جائز نہیں ہے، اس کی دلیل رسول اکرم ﷺ کا فرمان: «**إنما الأعمال بالنيات**» ہے، اور ایسی حالت میں نہ یہ نیت درست ہوگی اور نہ ہی یہ عمل درست ہوگا (اگر اس عمل کی صحت کے لئے نیت شرط ہے) اسی لئے اول عمل سے نیت کو موخر کرنے کو کرخی حنفی کے علاوہ کسی نے بھی جائز نہیں قرار دیا ہے، کرخی نے اس بات کو درست قرار دیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کی جائے[۱] لیکن ان کا یہ قول شاذ ہے اور علماء حنفیہ ہی نے ان کے اس قول کی تردید کی ہے، لیکن نفلی روزہ کی نیت اس سے مستثنیٰ ہے، اس میں اول عمل سے نیت کا موخر ہونا جائز ہے یعنی طلوع فجر کے بعد نفلی روزہ کی نیت جائز ہے۔

---

(۱) تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعي ج١ ص٩٩.

نیت کے شروط

نیت کے کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر نیت صحیح نہ ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہے تو ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، ذیل میں اجمالاً ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

ا۔ اسلام:

نیت کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے اور یہ صرف عبادات میں نیت کی صحت کے لئے شرط ہے اس لئے کہ نیت عبادت ہے اور عبادت کی صحت کے لئے اسلام شرط ہے اور کافر کے اندر صحت عبادت کی یہ اساسی شرط (اسلام) معدوم ہے۔

حالت کفر میں صادر ہونے والے نیک اعمال:

یہ بات مسلّم ہے کہ جس شخص کی موت حالت کفر میں ہوئی تو اس کے نیک اعمال آخرت میں اس کے کچھ کام نہ آسکیں گے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَعۡمَـٰلُهُمۡ كَسَرَابِۭ بِقِيعَةٖ يَحۡسَبُهُ ٱلظَّمۡـَٔانُ مَآءً حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَهُۥ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـٔٗا وَوَجَدَ ٱللَّهَ عِندَهُۥ فَوَفَّىٰهُ حِسَابَهُۥۗ وَٱللَّهُ سَرِيعُ ٱلۡحِسَابِ ﴾

[النور:۲۴/۳۹]

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو

جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا، ہاں اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے۔ اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کو سراب (دھوکہ) قرار دیا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، اس لئے جس شخص کی موت حالت کفر میں ہوگی وہ مخلد فی النار ہوگا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَمَاتُواْ وَهُمْ كُفَّارٌ أُوْلَـٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ ٱللَّهِ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَـٰلِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ ٱلْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾ ﴾ [البقرة:۲/۱۶۱۔۱۶۲]

یقیناً جو کفار اپنے کفر ہی مر جائیں ان پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں ڈھیل دی جائے گی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: «یا رسول الله! ابن جدعان کا ن في الجاهلية يصل الرحم، ويطعم المسكين، فهل ذلک نافعه؟قال: «لا ينفعه، إنه لم يقل يوما: رب اغفرلي خطيئتی يوم الدين»[1].

---

(۱) صحيح مسلم كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على الكفر لا ينفعه عمل ص۱۴۶(۳۶۵).

اے اللہ کے رسول (ﷺ) ! ابن جدعان (زمانہ جاہلیت میں قریش کا ایک سخی آدمی تھا) زمانۂ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا اور مسکین کو کھانا کھلاتا تھا تو کیا وہ اسے کچھ نفع پہنچائے گا؟ آپ نے جواب دیا نہیں، اس لئے کہ اس نے کسی دن بھی نہ کہا کہ اے میرے رب! تو میرے گناہوں کو قیامت کے دن بخش دینا۔

اور چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اس لئے کافر نے جو بھی نیک عمل کیا ہوگا دنیا میں اسے اس کا بدلہ مل جائے گا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

«إن الله لا يظلم مؤمنا حسنة يعطى بها في الدنيا و يجزى بها في الآخرة، و أما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله في الدنيا حتى إذا أ فضى إلى الآخرة لم تكن له حسنة يجزى بها»[۱].

اللہ تعالیٰ ثواب اور نیکی کے بارے میں مومن کے ساتھ ظلم نہیں کرتا ہے دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا بدلہ دیتا ہے اور کافر نے جو نیک کام اللہ تعالیٰ کے لئے کئے ہیں تو اس کے بدلہ میں اسے دنیا میں روزی ملتی ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہونچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں بچتی جس کا اسے صلہ ملے۔

لیکن وہ نیک اعمال جنھیں بندہ نے حالت کفر میں انجام دیا پھر وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا تو کیا اسے ان اعمال پر اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟ اس مسائلہ کی وضاحت حدیث

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب جزاء المومن بحسناته في الدنيا والآخرة، وتعجيل حسنات الكافر في الدنيا ص۲۱۱۸۶(۲۸۰۸)۔

حکیم بن حزام سے بخوبی ہو جاتی ہے انھوں نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا «**أرأيت أمورا كنت أتحنث بها في الجاهلية من صدقة أو عتاقة أو صلة رحم أفيها أجر؟ فقال رسول الله ﷺ: «أسلمت على ما أسلفت من خير»**[۱]. مجھے بتلایئے زمانۂ جاہلیت میں صدقہ کر کے یا غلام آزاد کر کے یا صلہ رحمی کر کے میں عبادت کیا کرتا تھا تو کیا مجھے اس پر ثواب ملے گا؟ آپ نے جواب دیا: تم اپنے سابقہ بھلائی کے ساتھ ایمان لائے ہو۔

لیکن یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بندہ کے حالت کفر میں کئے ہوئے اعمال صالحہ کیسے درست اور باعث اجر و ثواب ہو سکتے ہیں جبکہ «اسلام» نیت کی بنیادی شرط ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان سے حالت کفر میں صادر ہونے والے اعمال صالحہ کی مقبولیت اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر فضل و کرم کے باب سے ہے، کیا ایسی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے قبول اسلام کے بعد اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ [الفرقان: ۲۵/۷۰] سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حکم عمل الکافر إذا أسلم بعده ص۱۰۴ (۱۲۳)۔

لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوتا ہے، اسی طرح دخول اسلام کے بعد کافر کے حالت کفر کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مقبول ہو جاتے ہیں[1].

۲۔ تمیز (شعور کی منزل کو پہونچنا):

نیت کرنے والے کا باشعور ہونا بھی ضروری ہے، یعنی وہ نفع و نقصان کے مابین فرق کی صلاحیت رکھتا ہو، اور یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ نیت کے اندر قصد ضروری ہے اور غیر ممیز یعنی بے شعور کا قصد و ارادہ بے معنی ہے، اس لئے اس کی نیت صحیح نہ ہو گی۔

باشعور بچہ کی تحدید بعض نے عمر کی قید سے کی ہے اور کہا ہے کہ سات سال کی عمر میں بچہ باشعور ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جب بچہ کے اندر بصیرت عقلی پیدا ہو جائے جس سے وہ حسن و قبح، خیر و شر اور نفع و نقصان کے مابین تفریق کرنے لگے تو وہ ممیز یعنی باشعور ہو گیا۔

غیر ممیز بچے کا حج:

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ علماء نے بے شعور بچے کے حج کو صحیح قرار دیا

(۱) دیکھیں: النیات في العبادات ۲۲۳۔۲۲۴.

ہے اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: «**رفعت إليه امرأة صبيا فقالت: ألهذا حج؟ قال: «نعم، ولک أجر**»[۱]. ایک عورت نے اپنے بچے کو نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کیا اس کے لئے حج ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں، اور تمہارے لئے اجر ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حج عبادت ہے اور صحت عبادت کے لئے نیت شرط ہے اور نیت کے شروط میں سے ایک شرط «تمیز» یعنی شعور ہے تو پھر بے شعور بچے کا حج کیسے صحیح ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکمی نیت ہے حقیقی نیت نہیں ہے، بے شعور بچے کی نیت بذاتہ منعقد نہ ہوگی اور نہ ہی یہ مقصود ہے بلکہ اس کا ولی اس کی جانب سے نیت کرے گا اور بچہ جن اعمال کے کرنے سے عاجز ہوگا اس کا ولی ان کو انجام دے گا[۲]۔

۳۔ عقل:

جس کا دماغی توازن درست نہ ہو اس کی نیت صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ وہ اپنے عمل سے بے خبر ہے اور کسی بھی عالم نے اس کی عبادت کو صحیح نہیں قرار دیا ہے اس لئے کہ تکلیف شرعی (شرعی ذمہ داری) عقل پر معلق ہے اور جب عقل زائل ہوگئی تو اس سے

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الحج، باب صحة حج الصبي، وأجر من حج به ص۵۷۵ (۱۳۳۶)۔

(۲) دیکھیں: النيات فى العبادات ۲۲۵.

تکلیف زائل ہو گئی۔

۴۔ جس کی نیت کی گئی اس سے واقفیت:

آدمی جس چیز کی نیت کرے اجمالاً اسے اس کا علم ہونا چاہئے مثلاً وضوء کرنے والے کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وضوء فرض ہے اور اسی طرح سے اس کی کیفیت کا بھی علم ہونا چاہئے۔

۵۔استصحاب حکم نیت:

نیت کی دو حالتیں ہیں: **استصحاب ذکر النية** اور **استصحاب حکم النية**، استصحاب ذکر النیۃ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ابتداء عمل میں جو نیت کرے اس کا ذکر آخر عمل تک موجود وبر قرار رہے، اور یہ افضل ہے واجب نہیں ہے اس لئے کہ عمل کے دوران انسان کے ذہن میں مختلف قسم کے خیالات آتے رہتے ہیں۔اور استصحاب حکم النیۃ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نیت کرے اور پھر اس کے منافی امور کا صدور نہ ہو اور یہ واجب ہے۔

نیت کے منافی امور

۱۔ مرتد ہونا:

اگر آدمی اثناء عمل مرتد ہو جاتا ہے تو اس سے نیت اور عمل دونوں باطل ہو جائیں گے، لیکن کیا مرتد ہونے سے سابقہ اعمال بھی باطل ہو جائیں گے؟

اس سلسلہ میں علماء کے دو اقوال ہیں:

۱۔ مرتد ہونے سے سابقہ اعمال باطل ہو جائیں گے۔

۲۔ مرتد ہونے سے سابقہ اعمال اس وقت باطل ہوں گے جب حالت کفر ہی میں اس کی موت واقع ہو جائے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ﴾ [البقرة:۲/۲۱۷]

اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی و اخروی سب غارت ہو جائیں گے۔

آیت مذکورہ اس بات پر صراحۃً دلیل ہے کہ مرتد کے سابقہ اعمال اس وقت برباد ہوں گے جب اس کی موت حالت کفر میں ہو۔ اور دلائل کی روشنی میں یہی قول صحیح ہے۔

۲۔نیت توڑ دینا:

نیت توڑنے کی دو حالتیں ہیں، (۱) عمل سے فراغت کے بعد نیت توڑنا (۲) عمل کے دوران ہی نیت ختم کر دینا، عمل سے فراغت کے بعد نیت توڑنے سے اس کا عمل درست ہو گا۔ لیکن اگر اثناء عمل نیت توڑی گئی تو عمل کے اعتبار سے اس کا حکم مختلف ہو گا مثلا اگر نماز کے دوران نیت توڑی گئی تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر وضوء کے در میان نیت توڑی گئی تو سابقہ اعمال وضوء باطل نہیں ہوں گے لیکن بعد کے اعمال صحیح نہیں ہوں گے۔ اب اگر وہ دوبارہ اتمام وضوء کی نیت کر تا ہے اور در میان میں طویل فاصلہ نہیں پایا جارہا ہے تو اس کا وضوء صحیح ہو گا، اگر دوران حج ترک حج کی نیت کر لی تو اس کا حج باطل نہ ہو گا۔

۳۔نیت کی تبدیلی:

ایک عبادت سے دوسری عبادت کی جانب نیت بدلنا اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ادنی عمل سے اعلی عمل کی جانب بدلنا۔

۲۔اعلی عمل سے ادنی عمل کی جانب بدلنا۔

۳۔مساوی عمل کی جانب بدلنا۔

اس بات کی وضاحت مندرجہ ذیل مثالوں سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

فرض کو فرض میں بدلنا:

مثلاً آدمی نے نماز عصر شروع کر دی اور درمیان نماز اسے یاد آگیا کہ اس کے ذمہ ظہر کی نماز باقی ہے اس لئے اس نے ظہر کی نیت کر لی تو ایسی صورت میں دونوں نمازیں صحیح نہ ہوگیں عصر اس لئے صحیح نہ ہوگی کہ اس نے اثناء عمل نیت بدل دی ہے اور ظہر اس لئے صحیح نہ ہوگی کہ شروع سے اس کی نیت موجود نہیں ہے۔

فرض کو نفل میں بدلنا:

صحیح غرض کے لئے فرض کو نفل میں بدلنا صحیح ہے مثلاً آدمی نے تنہا فرض نماز شروع کی لیکن بعد میں کچھ لوگ آئے اور انھوں نے باجماعت نماز شروع کر دی، تو ایسی صورت میں تنہا پڑھنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی فرض نماز کو نفل میں تبدیل کر دے اور پھر دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو جائے، یا آدمی نے لاعلمی میں نماز کے وقت سے پہلے نماز شروع کر دی پھر اسے خیال آیا کہ نماز کا وقت ابھی نہیں ہوا ہے تو ایسی صورت میں اس فرض نماز کو نفل میں بدلنا جائز ہے۔ لیکن بلا کسی صحیح مقصد کے فرض کو نفل میں بدلنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

نفل کو فرض میں بدلنا:

نفل کی دو قسمیں ہیں: (۱) نفل مطلق (۲) نفل معین۔ نفل مطلق تعیین نیت

کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ ان میں مطلق نفل نماز کی نیت کافی ہوتی ہے، نفل معین جیسے کسوف واستسقاء اور سنن رواتب ہیں ان میں تعیین نیت واجب ہے۔

نفل معین کو نفل مطلق میں بدلنا صحیح نہیں ہے مثلاً نماز وتر کو سنت فجر میں بدلنا درست نہیں اس لئے کہ آدمی نے بلا مصلحت پہلے کی نیت بدل دی اور دوسرے کی نیت شروع سے نہیں کی اس لئے دونوں نفل صحیح نہ ہوں گے۔ لیکن نفل مطلق کو نفل معین میں بدلنا صحیح ہے اس لئے کہ اس میں ادنی سے اعلی کی جانب انتقال ہے۔

لیکن یہاں پر کچھ ایسی صورتیں ہیں جن کے اندر نیت کی تبدیلی سے عمل پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اور وہ درست ہوتے ہیں، ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے:۔

دوران نماز منفرد کا امام ہو جانا:

آدمی تنہا نماز کے اندر داخل ہو پھر اثناء نماز دوسرا شخص اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ امامت کی نیت کر لے اور اس کی نماز درست ہو گی۔

عن ابن عباس قال: «بت ذات ليلة عند خالتي ميمونة، فقام النبي ﷺ يصلي متطوعا من الليل، فقام النبي ﷺ إلى القربة فتوضأ، فقام فصلى، فقمت، لما رأيته صنع ذلک، فتوضأت من القربة، ثم قمت إلى شقه الأيسر، فأخذ بيدي من وراء ظهره، يعدلني كذلک

من وراء ظهره إلى الشق الأيمن قلت أفي التطوع»[۱]۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری تو نبی کریم ﷺ قیام اللیل کے لئے اٹھے، آپ مشکیزہ کے پاس گئے وضوء کیا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی جب میں نے آپ کو یہ کرتے ہوئے دیکھا تو اٹھا اور مشکیزہ سے وضوء کیا پھر آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے اپنی پشت کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور پشت کے پیچھے سے اپنے دائیں جانب کر لیا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیا یہ نماز نفل تھی؟

اسی طرح سے نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینہ میں قیام اللیل کر رہے تھے لوگوں نے جب آپ کو قیام کرتے دیکھا تو آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

عن أبی سعید أن رجلا دخل المسجد وقد صلى رسول الله بأصحابه فقال رسول الله: «من يتصدق على هذا فيصلي معه» فقام رجل من القوم فصلى معه»[۲].

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه ص۳۳۸ (۷۶۳)۔

(۲) مسند أحمد ۳/۴۵، مسند أبی سعيد الخدري (۱۱۴۲۸) وصحيح ابن حبان، باب إعادة الصلاة ۶/۱۵۷(۲۳۹۷)۔

ہو ا اور رسول اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا چکے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص پر کون صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص تنہا نماز میں داخل ہو اور دوران نماز دوسرے کی شمولیت کی وجہ سے وہ شخص امامت کی نیت کر لے تو اس کی نماز صحیح مانی جائے گی(۱)۔

دوران نماز منفرد کا مقتدی ہو جانا:

آدمی تنہا مسجد میں داخل ہوا اور سوچا کہ جماعت ہو چکی ہے اور اس نے تنہا نماز شروع کر دی لیکن اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا اور اس کی نماز کے درمیان جماعت کھڑی ہو گئی یا حقیقۃً جماعت ختم ہو چکی تھی لیکن بعد میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انھوں نے دوسری جماعت قائم کر لی تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ اقتداء کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہو جائے اور اس کی نماز صحیح ہو گی، اس لئے کہ جس طرح منفرد کا امامت کی نیت کرنا جائز ہے اسی طرح منفرد کا مقتدی ہو جانا بھی صحیح ہے۔ اور دونوں صورتوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی صورت میں وہ امام ہو گیا تھا اور دوسری صورت میں وہ مقتدی ہو گیا ہے۔

---

(۱) مزید جانکاری کے لئے مراجعہ کریں: المغنی لابن قدامۃ ج۳ص۷۳-۷۴.

اور اگر منفرد کچھ رکعات کی ادائیگی کے بعد جماعت میں شامل ہوا ہے تو بقیہ رکعات کی تکمیل کے بعد اسے اختیار ہے چاہے تو امام سے جدا ہو جائے اور سلام پھیر دے یا بیٹھ کر امام کا انتظار کرے اور اس کے ساتھ سلام پھیرے دونوں صورتیں جائز ہیں[۱]۔

امام اور مقتدی کی نیت کا مختلف ہونا:

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور اس سلسلہ میں صراحۃً کئی احادیث وارد ہوئی ہیں **عن أبی سعید أن رجلا دخل المسجد وقد صلی رسول الله ﷺ بأصحابه فقال رسول الله ﷺ: «من یتصدق علی هذا فیصلي معه فقام رجل من القوم فصلی معه»**[۲]۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور رسول اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا چکے تھے آپ نے فرمایا کہ اس شخص پر کون صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے، لوگوں میں سے ایک

---

(۱) مزید جانکاری کے لئے مراجعہ کریں: الشرح الممتع علی زاد المستقنع لا بن عثیمین ج ۲ص۳۰۷ ـ۳۰۸، والمبدع ج۱ ص۴۲۲.

(۲) مسند أحمد ۳/ ۴۵،مسند أبی سعید الخدري (۱۱۴۲۸) وصحیح ابن حبان، باب إعادة الصلاة ۶/۱۵۷(۲۳۹۷)۔

آدمی کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

عن أبي ذر قال قال لي رسول الله: «**كيف أنت إذا كانت عليك أمراء يؤخرون الصلاة عن وقتها أو يميتون الصلاة عن وقتها**» **قال قلت فما تأمرني؟ قال:** «**صل الصلاة لوقتها فإن أدركتها معهم فصل فإنها لک نافلة**»[1]۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا کہ تم کیا کروگے جب تم پر ایسے امراء مقرر ہوں گے جو نماز کو اس کے (افضل) وقت سے مؤخر کریں گے (یمیتون یہاں یؤخرون کے معنی میں ہے اور «أو» بیان شک راوی ہے کہ آپ نے یؤخرون کہا یا یمیتون کہا) ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نماز کو اس کے اول وقت پر پڑھو اگر تم ان کے ساتھ نماز پا جاؤ تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لو اور یہ دوسری نماز تمہاری نفل ہو گی۔

محققین اہل علم کے نزدیک فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: «**كان معاذ يصلي مع رسول الله ﷺ العشاء ثم يأتي مسجد قومه**

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب كراهية تأخير الصلاة عن وقتها المختار، وما يفعله المأموم إذا أخرها الإمام ص۲۸۹(۶۴۸).

فیصلیبهم»[(۱)]۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کی مسجد میں آتے اور انھیں نماز پڑھاتے۔

بعض روایات میں **«هي له تطوع ولهم فريضة»**[(۲)] (دوسری نماز حضرت معاذؓ کے لئے نفل ہوتی تھی اور ان کی قوم کے لئے فرض ہوتی تھی) کی زیادتی بسند صحیح ثابت ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں: **«وهو حديث صحيح رجاله رجال الصحيح»**[(۳)] جس سے اس احتمال کی نفی ہو جاتی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نفل پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے[(۴)]۔

۴۔ تردد:

نیت میں تردد کی دو حالتیں ہیں، پہلی حالت یہ ہے کہ آدمی اثناء عمل متردد ہو کہ

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة فى العشاء ص۲۲۸ (۴۶۵)، وصحيح بخاري، كتاب الأذان، باب إذا طول الإمام وكان للرجل حاجة فخرج فصلى ص ۱۷۲ (۷۰۰).

(۲) سنن الدارقطني، كتاب الصلاة، باب ذكر صلاة المفترض خلف المتنفل ج۱ ص۲۷۴.

(۳) فتح الباري، كتاب الأذان، باب إذا طول الإمام وكان للرجل حاجة فخرج فصلى ج۲ ص۲۵۴.

(۴) اس مسئلہ میں مزید جانکاری کے لئے مراجعہ کریں: نيل الأوطار، باب هل يقتدى المفترض بالمتنفل أم لا ج۳ ص۱۷۶۔۱۷۸، وفتح البارى لابن حجر با ب إذا طول الإمام وكا ن للرجل حاجة فخرج فصلى ج۲ ص۲۵۳۔۲۵۵.

اس نے سرے سے نیت کی ہے یا نہیں؟ مثلاً آدمی نماز میں داخل ہوا پھر اسے شک ہوا کہ اس نے نیت کی ہے یا نہیں؟ اور اس کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ آدمی کو شک پیدا ہو اور اسے یقین نہ حاصل ہو یعنی شک برابر موجود رہے اور یہ شک وسوسہ کے قبیل سے نہ ہو تو ایسی شکل میں نئے سرے سے نماز لوٹانا پڑے گا۔ دوسری شکل یہ ہے کہ آدمی کو شک پیدا ہوا اور پھر شک دور ہو گیا اور اس دوران (شک کے دوران) اس نے کوئی عمل نہیں کیا تو وہ اپنی نیت پر باقی رہے گا، اگر دوران شک کوئی عمل کیا تو احتیاطاً نئے سرے سے نماز لوٹائے گا۔

دوسری حالت یہ ہے کہ آدمی کو تعیین نیت میں شک پیدا ہو کہ اس نے فرض کی نیت کی ہے یا نفل کی اور اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ آدمی کو شک پیدا ہو پھر جس چیز کی اس نے نیت کی ہے اسے اس کا یقین ہو جائے اور اگر اس نے کوئی عمل نہیں کیا ہے تو یقین پر بناء کرے گا اور اگر شک کے بعد کوئی عمل کیا ہے تو پھر وہ اسے بطور نفل ادا کرے گا[۱]۔

---

(۱) دیکھیں: النية وأثرها في الأحكام الشرعية ۱/۳۸۷-۳۸۸.

عبادات میں نیت کا اثر

طہارت میں نیت کا حکم

طہارت کی دو قسمیں ہیں معنوی وحسی:

معنوی طہارت سے قلبی طہارت مراد ہے یعنی آدمی کا دل کفر وشرک کی آلائشوں اور شکوک وشبہات سے پاک وصاف ہو۔

حسی طہارت کی دو قسمیں ہیں: (۱) طہارت حدث (۲) طہارت نجس۔

طہارت حدث کی دو قسمیں ہیں: (۱) طہارت حدث اکبر (۲) طہارت حدث اصغر۔

طہارت حدث اکبر:۔ جنابت، احتلام اور حیض ونفاس سے حاصل کی جانے والی طہارت کو کہتے ہیں، اور یہ غسل یا تیمم سے حاصل ہوتی ہے۔

طہارت حدث اصغر: احداث صغیرہ (پیشاب، پائخانہ، ہوا کا خارج ہونا، بلا کسی حائل کے عضو تناسل کو چھونا، اونٹ کا گوشت کھانا) سے حاصل کی جانے والی طہارت کو کہتے ہیں اور یہ طہارت وضوء یا تیمم کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔

طہارت نجس: کپڑا، بدن اور جگہ وغیرہ میں لگی ہوئی نجاست دور کرنے کو کہا جاتا ہے۔

وضوء میں نیت کا حکم:

جمہوراور محققین اہل علم نے صحت وضوء کے لیے نیت شرط قرار دی ہے اور انھوں نے کتاب وسنت اور قیاس سے اپنے قول کا ثابت کیاہے، ذیل میں ان دلیلوں کو ذکر کیاجارہاہے۔

وہ آیات قرآنیہ جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنے کا حکم دیا گیاہے ان سے استدلال کیاہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ [البينة: ۵/۹۸] انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر۔

اور اللہ کا یہ قول: ﴿ فَٱعۡبُدِ ٱللَّهَ مُخۡلِصٗا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴾ [الزمر:۲/۳۹] پس آپ الہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو وضوء کا حکم دیاہے اور وضوء کا یہ حکم اخلاص دین کے عموم میں داخل ہے اور اخلاص دین اخلاص نیت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ مَن كَانَ يُرِيدُ حَرۡثَ ٱلۡأٓخِرَةِ نَزِدۡ لَهُۥ فِي حَرۡثِهِۦۖ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرۡثَ ٱلدُّنۡيَا نُؤۡتِهِۦ مِنۡهَا ﴾ [الشوری:۲۰/۴۲] (جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتاہو ہم اسے اس میں سے وہی کچھ دیں گے) سے استدلال کیاہے، وجہ

استدلال یہ ہے کہ وضوء آخرت کی کھیتی ہے دنیا کی کھیتی نہیں ہے اور آخرت کی کھیتی پر اخلاص نیت کے بغیر ثواب نہیں مل سکتا ہے۔

اسی طرح ان احادیث نبویہ سے استدلال کیا ہے جو وضوء کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔

* عن أبي مالک الأشعري قال قال رسول الله ﷺ: «**الطهور شطر الإيمان**»[(۱)]۔

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: «پاکی نصف ایمان ہے»۔

* عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: «**ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات؟» قالوا: بلى يا رسول الله! قال: «إسباغ الوضوء على المكاره، وكثره الخطا الى المساجد، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، فذلک الرباط**»[(۲)] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹاتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟» صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فر

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء ص۱۵۰(۲۲۳)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، با ب فضل إسباغ الوضوء على المكاره ۱۵۹(۲۵۱)۔

مایا: «مشقت اور ناگواری کے باوجود کامل وضوء کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ چل کر آنا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہی رباط ہے۔

* عن عثمان بن عفان قال قال رسول الله ﷺ: «**من توضأ فأحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت أظفاره**»[1].

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «جس شخص نے وضوء کیا اور اچھے طریقے سے (سنت کے مطابق) وضوء کیا تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی»۔

* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: «**إن أمتي يأتون يوم القيامة غرا محجلين من أثر الوضوء**»[2]۔

«میری امت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ وضوء کے نشانات سے ان

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء ص۱۵۷ (۲۴۵)، ومسند أحمد حنبل، مسند عثمان بن عفان ج۱ص۸۰.

(۲) صحیح بخاري، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء ص۵۴(۱۳۶)، وصحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء ص۱۵۷(۲۴۶).

کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے »۔

* حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پانی منگایا اور وضوء کر کے لوگوں کو دکھایا پھر اس کے بعد میں فرمایا: **«رأيت النبي ﷺ يتوضأ نحو وضوءي هذا وقال: «من توضأ نحو وضوءي هذا ثم صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر الله له ما تقدم من ذنبه»**[1].

میں نے رسول اکرم ﷺ کو اسی طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا جیسا کہ میں نے وضو کیا، پھر آپ نے فرمایا: « جس شخص نے اس طرح وضوء کیا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے دل میں کوئی خیال نہیں آیا تو اس کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں »۔

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ وضوء کا ایمان میں سے ہونا اور اس سے گناہوں کا مٹنا اور درجات کا بلند ہونا اور اس کا امت محمد ﷺ کی خصوصیات میں سے ہونا یہ سب اس کے عبادت کی دلیل ہے۔ اور اہل علم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عبادت نیت کے بغیر صحیح نہیں ہو گی۔ اور مخالفین نے وضوء کو عبادت سے خارج قرار دیا ہے بلکہ ان کے نزدیک اگر کسی نے اعضاء وضوء کو نظافت یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے مقصد سے دھولیا تو وہ وضوء کے لیے کافی ہو گا، لیکن مذکورہ بالا احادیث اور اس مفہوم کی دیگر حدیثیں ان

---

(۱) صحيح بخاری، كتاب الوضوء، باب المضمضة في الوضوء ص۲۰(۱۶۴)، وصحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله ص۱۵۱(۲۲۶).

کے اس قول کی تردید کے لیے کافی ہیں۔

اور حدیث «**إنما الأعمال بالنيات**» سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ نیت صحت وضوء کے لیے شرط ہے اس لئے کہ لفظ «**عمل**» عام ہے، مکلفین سے صادر ہونے والی ہر چیز کو شامل ہے اور وضوء شرعی عمل ہے اور متوضی کا مقصد تعمیل حکم الٰہی اور حصول اجر و ثواب ہوتا ہے اور یہ چیز نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتی ہے۔

اسی طرح قیاس سے بھی استدلال کیا ہے، علماء اس بات پر متفق ہیں کہ سبھی عبادات میں نیت شرط ہے اور وضوء ایک عبادت ہے اس لئے وضوء کے لئے بھی نیت شرط ہے[۱]۔

وضوء کو تیمم پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ مخالفین تیمم میں نیت کو شرط قرار دیتے ہیں اس لئے مخالفین سے کہا جائے گا کہ وضوء حدث سے حاصل کی جانے والی طہارت ہے جس کے ذریعہ نماز مباح ہوتی ہے اس لئے وضوء بھی تیمم کی طرح بغیر نیت کے درست نہ ہوگی۔ اسی طرح دیگر قیاس سے بھی استدلال کیا ہے[۲]۔

اور حنفیہ کے نزدیک صحت وضوء کے لیے نیت شرط نہیں ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے اندر جو نصوص وضوء کے متعلق وارد ہوئے ہیں ان میں نیت کا ذکر نہیں نیز یہ نصوص مطلق ہیں اور مطلق کی تقیید بلا دلیل جائز نہیں ہے۔ لیکن ان کا

---

(۱) بداية المجتهد ونهاية المقتصد لابن رشد المالكي ج١ص٦.

(۲) المغني لابن قدامة١/١٥٦-١٥٧، والمجموع للنووي ١/٣٦٤-٣٦٥.

جواب یہ ہے کہ یہ نصوص مطلق نہیں ہیں بلکہ مقید ہیں اس لئے کہ وضوء عبادت ہے اور بلانیت عبادت صحیح نہیں ہوتی اور بغیر نیت تقرب کیسے حاصل ہو گا؟

وضوء عمل ہے اور ارشاد نبوی ہے: «**إنما الأعمال بالنيات**» دلائل کی روشنی میں راجح قول یہ ہے کہ سبھی عبادات کی طرح وضوء میں نیت شرط ہے(۱).

غسل میں نیت کا حکم:

جمہوراور محققین اہل علم کے نزدیک صحت غسل کے لیے نیت شرط ہے، دلیل حدیث: «**إنما الأعمال بالنيات**» ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک صحت غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے، اگر آدمی نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے یا نظافت کے مقصد سے غسل کیا تو اس کا حدث زائل ہو جائے گا۔(۲) انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ کے عموم سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ آیت میں نیت کا تذکرہ نہیں ہے اور اگر نیت شرط ہوتی تو ضرور مذکور ہوتی، اسی طرح ان آیات واحادیث سے بھی استدلال کیا ہے جن میں مطلق غسل کا حکم دیا گیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نصوص مطلق ہیں اور بلا دلیل مطلق کی تقیید جائز نہیں ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نصوص مطلق نہیں ہیں بلکہ مقید ہیں اس لئے کہ غسل عبادت ہے اور

---

(۱) المحلى لابن حزم، كتاب الطهارة ج۱ص۷۳-۷۴.

(۲) تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج۱ص۵).

بلانیت عبادت درست نہیں ہوتی، راجح مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح وضوء کے لئے نیت شرط ہے اسی طرح صحت غسل کے لئے بھی نیت شرط ہے۔

تیمم میں نیت کا حکم:

تیمم کی صحت کے لئے نیت کے شرط ہونے پر سوائے چند لوگوں کے تمام علماء امت کا اتفاق ہے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ ﴾ [البینۃ:۹۸/۵] سے استدلال کیا ہے، آیت مذکورہ کے اندر اللہ تعالیٰ نیا پنے لئے دین کو خالص رکھتے ہوئے لوگوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور اخلاص دین نیت کے بغیر ممکن نہیں ہے نیز تیمم دین میں سے ہے اور تیمم بغیر نیت ممکن نہیں ہے، اس لئے صحت تیمم کے لئے نیت شرط ہے، اسی طرح حدیث: ''إنما الأعمال بالنیات،، سے بھی استدلال کیا ہے اس لئے کہ تیمم عمل ہے اور نیت کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں اور ظاہر ہے بلانیت اس کا شمار تقرب میں کیسے ہو گا؟ اسی طرح تیمم کا لفظ بذات خود نیت کے شرط ہونے پر دلالت کر رہا ہے کہ اس کا معنی ہی نیت اور قصد وارادہ کے ہوتا ہے۔ واللہ واعلم۔

کیا تیمم رافع حدث ہے؟:

راجح قول کے مطابق تیمم وقتی طور پر رافع حدث اور مطہر ہے اس لئے کہ پانی کی عدم موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے تیمم کو وضوء کا بدل قرار دیا ہے اور بدل مبدل منہ کے

حکم میں ہوتا ہے اس لئے تیمم وضوء کے حکم میں ہوگا ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلَمْ تَجِدُواْ مَآءً فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [المائدۃ:۵/۶] اور ارشاد نبوی ہے: «**جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا**»[۱].

مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث نبوی اس بات کی متقاضی ہیں کہ تیمم مطہر ہے اور جب وہ مطہر ہے تو وہ رافع حدث ہے، اس لئے تیمم کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ جب تک اس کی طہارت باقی رہے اس وقت تک چاہے جتنی نماز پڑھے، مثلاً اگر آدمی نے نماز فجر کے لئے تیمم کیا اور ظہر تک اس کا تیمم باقی ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ فجر کے تیمم سے ظہر کی نماز ادا کرے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تیمم وضوء کی طرح مطہر اور رافع حدث ہے اس لئے کہ وہ وضوء کا بدل ہے لیکن وقتی طور پر رافع حدث ہے یہاں تک کہ وہ پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے۔ پس جب جنبی کو پانی مل جائے تو اس کے لئے غسل واجب ہے، اور رافع حدث ماننے کی شکل میں اگر اس نے نفل نماز کے لئے تیمم کیا ہے تو اس سے فرض ادا کر سکتا ہے یا جب تک اس کا تیمم باقی رہتا ہے اس وقت تک وہ اس سے کئی فرض نمازیں ادا کر سکتا ہے[۲]۔

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب قول النبي ﷺ جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا ص۱۱۹(۴۳۸).

(۲) اس مسئلہ کی مزید جانکاری کے لئے مراجعہ کریں: فتاوى ابن تيمية ج۲۱ص۴۳۵-۴۳۸.

نماز میں نیت کا حکم

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو مقصود بنفسہ ہے بلکہ یہ عبادات کی اصل اور غیر معقولۃ المعنی ہے اس لئے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بغیر نیت نماز صحیح نہ ہوگی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ ﴾ [البینۃ:۹۸/۵] اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان: «**إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى**» ہے۔ حدیث میں اعمال سے اعمال شرعیہ مراد ہیں اور نماز اعمال شرعیہ کی اصل ہے اس لئے وہ بلا نیت صحیح نہ ہوگی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نماز اپنی ہیئت و کیفیت کے اعتبار سے عادات اور دیگر عبادات سے الگ ہے تو ایسی صورت میں اس میں نیت کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں نیت، نماز کو عادات اور دیگر عبادات سے الگ کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ مراتب عبادات کی تمیز کے لئے ہے۔ اس لئے کہ بعض نمازیں فرض ہیں اور بعض نفل ہیں، اور فرض کبھی فجر ہوتا ہے یا ظہر ہوتا ہے ... اور نفل کبھی راتبہ ہوتی ہے اور کبھی غیر راتبہ ہوتی ہے... پس راتبہ عبادات کی تمیز کے لئے

نیت واجب ہے [۱]۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اللہ عزوجل نے نمازیں فرض کیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان میں سے ہر نماز کی تعداد، اس کا وقت اور اس کی کیفیت بیان فرمائی۔ چنانچہ اس نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: ﴿ وَمِنَ ٱلَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ ﴾ [الإسراء:۱۷/۷۹] پھر رسول اکرم ﷺ نے اسے اچھی طرح ظاہر کیا۔ جب کچھ نمازیں نفل ہیں اور کچھ فرض ہیں اور فرض مؤقت ہیں تو نمازی کے فرض نماز کی تعیین نیت کے بغیر کافی نہ ہو گی» [۲]۔

نماز کی زبانی نیت:

بہت سارے حضرات نماز کی زبانی نیت کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں «نویت أن أصلي لله أربع رکعات من الظهر خلف هذا الإمام» حالانکہ نبی کریم ﷺ سے یا صحابہ کرام سے یا تابعین اور اتباع تابعین سے یا کسی معتبر امام سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات توقیفی ہیں اور ان کے اوپر کتاب وسنت سے دلیل ضروری ہے اس لئے زبانی نیت کا شمار بدعت میں ہو گا اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

---

(۱) النيات في العبادات ۳۲۳.

(۲) الأم للإمام الشافعي ج۱ص۹۹.

زکاۃ میں نیت کا حکم

زکاۃ اسلام کا دوسرا رکن ہے اور قرآن کریم میں بہت ساری جگہوں پر نماز کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر ہوا ہے، اس لئے دیگر عبادات کی طرح اس کی صحت کے لئے بھی نیت شرط ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ ۝٥ ﴾ [البينة:۹۸/۵]

دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿ وَمَآ ءَاتَيۡتُم مِّن زَكَوٰةٖ تُرِيدُونَ وَجۡهَ ٱللَّهِ ﴾ [الروم:۳۰/۳۹]

اور اداء زکاۃ ایک عمل ہے اور عمل میں نیت ضروری ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: «إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى» اور چونکہ زکاۃ مالی عبادت ہے اس لئے وہ بھی نماز کی طرح نیت کا محتاج ہے اور بلا نیت کے صحیح نہ ہو گا، اس لئے کہ مال متعدد اغراض و مقاصد کے خرچ کیا جاتا ہے کہیں فرض زکاۃ کے لئے تو کہیں مستحب صدقہ وخیرات کے لئے، تو کہیں ہدیہ کے لئے تو کہیں تاوان اور ڈنڈ کے لئے، اور نوع اخراج کی تعیین نیت ہی کے ذریعہ ہوتی ہے اس لئے ادائے زکاۃ کے وقت نیت ضروری ہے[۱]۔

---

(۱) مطالعہ کریں: الشرح الممتع على زاد المستقنع لابن عثيمين ۶/۲۰۳۔

روزہ میں نیت کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک سبھی عبادات کی طرح روزہ (فرض یا نفل) کی صحت کے لئے نیت شرط ہے اس لئے کہ روزہ عبادت محضہ ہے اور وہ عام نصوص جو عبادات کے اندر وجوب نیت پر دلالت کرتے ہیں وہ روزہ کو بھی شامل ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: «**إنما الأعمال بالنيات و إنما لكل امرئ ما نوى**» اور روزہ بھی ایک عمل ہے اس لئے وہ بھی دیگر شرعی اعمال کی طرح نیت کا محتاج ہے اور وہ نیت کے بغیر صحیح نہ ہوگا، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ﴾ [البينة:٩٨/٥] اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اخلاص عبادت کا حکم دیا ہے اور روزہ بھی ایک عبادت ہے جسے اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا ضروری ہے اور بغیر نیت کے اخلاص ممکن نہیں ہے، اس لئے روزہ کے اندر نیت ضروری ہے، اسی طرح فرض روزہ میں وجوب نیت کی صریح نص بھی وارد ہوئی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: «**من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له**»[1] جس شخص نے فجر سے قبل روزہ

---

(١) جامع الترمذی، أبواب الصوم عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء لا صيام لمن لم يعزم من الليل ج٢ص١١٦(٧٢٦).

کی نیت نہیں کی تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہے[۱]۔

البتہ نفلی روزہ کی نیت رات میں کرنی ضروری نہیں ہے بلکہ دن کی نیت بھی کافی ہوگی بشرطیکہ اس نے اس سے قبل مبطلات صوم کا ارتکاب نہ کیا ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

«دخل علي النبي ﷺ ذات يوم فقال: «هل عندكم شيء؟» فقلنا: لا، قال: «فإني إذا صائم» ثم أتانا يوما آخر فقلنا: يا رسول الله! أهدي لنا حيس، فقال: «أرينيه فلقد أصبحت صائما» فأكل[۲].

ایک روز رسول اکرم ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا کیا تمھارے پاس کچھ (کھانا) ہے؟ ہم نے کہا نہیں، آپ نے کہا تب میں روزہ سے ہوں، پھر آپ دوسرے دن ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں حیس (ایک قسم کا کھانا جو کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیا جاتا ہے) ہدیہ میں ملا ہے، آپ نے کہا مجھے دکھاؤ، بے شک میں نے روزہ کی حالت میں صبح کی تھی،، اور آپ نے اسے تناول فرمایا۔

روزہ کی نیت کا زبانی اظہار:

برصغیر میں روزے کے لئے بھی نیت کا اظہار زبان سے کیا جاتا ہے اور باقاعدہ

---

(۱) مزید جانکاری کے لئے مراجعہ کریں: المغنی لابن قدامة ج۴ص۳۳۳.

(۲) صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب جواز صوم النافلة بنية من النهار قبل الزوال، وجواز فطر الصائم نفلا من غير عذر والأولى إتمامه ص۴۸۷(۱۱۵۴).

مساجد سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ من گھڑت نیت کے کلمات **(نویت أن أصوم غدا بصوم شهر رمضان إن شاء الله)** کی تلقین کی جاتی ہے حالانکہ نیت دلی ارادہ کا نام ہے، اگر آدمی اپنی زبان سے ان کلمات کو ادا کر رہا ہے اور اس کے دل میں روزہ کی نیت موجود نہیں ہے تو اس کا روزہ صحیح نہ ہو گا، اور زبانی اظہار نیت کا ثبوت نہ نبی کریم ﷺ سے ہے اور نہ ہی صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین سے، اس لئے زبانی اظہار نیت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے اس لئے اس سے اجتناب ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

حج وعمرہ میں نیت کا حکم

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حج وعمرہ کی صحت کے لئے نیت شرط ہے اس لئے کہ ارشاد نبوی ہے: «**إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى**».

يقول القرطبي: لا خلاف بين العلماء فيمن شهد مناسک الحج وهو لا ينوى حجا ولا عمرة. أن شهودها بغير نية ولا قصد غير مغن. امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اس سلسلہ میں علماء کے ما بین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص مناسک حج میں بغیر حج وعمرہ کی نیت کے حاضر ہوا تو بلا نیت اس کی یہ حاضری اس فریضہ کے لئے کافی نہ ہوگی، اللہ کے اس فرمان: ﴿وَأَتِمُّوا۟ ٱلْحَجَّ وَٱلْعُمْرَةَ﴾ [البقرة:۲/۱۹۶] کی وجہ سے نیت فرض ہے اور تکمیل عبادت کے لئے حضور نیت ضروری ہے»[۱]۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «آدمی نے اگر تلبیہ پکارا اور اس نے حج کی نیت کی اور نہ ہی عمرہ کی نیت کی تو ایسا شخص نہ تو حاجی ہوگا اور نہ ہی معتمر ہوگا»[۲]۔

---

(۱) تفسير قرطبي ج۲ص۳۶۹.

(۲) الأم للإمام الشافعي، كتاب الحج، هل يسمي الحج أو العمرة عند الإهلال أو تكفي النيو منهما؟ ج۲ص۱۵۵.

زبان سے حج وعمرہ کی نیت کرنا:

بہت سارے فقہاء نے حج وعمرہ میں زبانی نیت کو مستحب ومسنون قرار دیا ہے حالانکہ احادیث صحیحہ میں نبی کریم ﷺ کا جو طریقہ حج بیان کیا گیا ہے اس کے اندر اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا ہے اور نہ ہی اس کا ثبوت صحابہ وتابعین اور اتباع تابعین سے ملتا ہے، بلکہ بعد کے لوگوں نے اسے ایجاد کیا ہے اور خود سے نیت کے الفاظ **(اللهم إني أريد الحج فيسره لي وأعني على أداء فرضه وتقبله مني، اللّٰهم إني نويت أداء فريضتک في الحج فاجعلني من الذين استجابوا لک..)** وضع کئے ہیں اور اسے دین کا جزء لازمی قرار دیا ہے عقل سلیم اسے قبول نہیں کرتی ہے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ جو علیم بذات الصدور ہے وہ ہماری نیتوں سے بخوبی واقف ہے اس لئے نیت کی زبانی اظہار کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے اور اگر کوئی شخص نیت کی زبانی اظہار کر رہا ہے تو وہ بدعت کا ارتکاب کر رہا ہے، اور اس بات سے ہر شخص کو واقف ہونا چاہئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

شرعی ذبائح میں نیت کا حکم

ھدی (قربانی کا جانور جسے حاجی مکہ لے جاتے ہیں) واضحیہ (قربانی) اور عقیقہ کی صحت کے لئے نیت شرط ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾ [البينة:٩٨/٥] اور ارشاد نبوی ہے: «**إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى**» اور یہ ذبائح ان جملہ شرعی اعمال میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا تقرب حاصل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے، اس لئے ان ذبائح کی صحت کے لئے نیت شرط ہے، بلکہ شرعی ذبائح میں نیت کی شرط کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿وَيَذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلۡأَنۡعَٰمِۖ﴾ [الحج:٢٢/٢٨] بالکل واضح ہے، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [الأنعام:٦/١٦٢] اس بات پر واضح دلیل ہے کہ سبھی شرعی اعمال کی صحت کے لئے نیت شرط ہے۔

خاتمہ

الٰہی! تیرا بے شمار شکر ہے کہ تیرے فضل وکرم سے میری یہ حقیر کاوش پایہ تکمیل کو پہونچی، تو علیم بذات الصدور ہے تجھ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے، میں نے یہ کتاب محض تبلیغ دین کا فریضہ سمجھتے ہوئے تالیف کی ہے، اس سے میرا مقصد تیرے بندوں کو دینی معلومات پہونچانا ہے، اور اس کا مطلوب ومقصود محض تیری رضا وخوشنودی ہے۔

وأسأل الله أن يوفقنا لمرضاته، وأن يرزقنا العلم النافع والعمل الصالح، وأن يجعل عملنا هذا حجة لنا يوم نلقاه، وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

مراجع ومصادر

(۱) إتحاف السادة المتقين بشرح أسرار إحياء علوم الدين. السيد محمد بن محمد الحسيني الزبيدي المشهور بمرتضى، المطبعة دار إحياء التراث العربيبيروت لبنان.

(۲) أسهل المدارک شرح إرشاد السالک في فقه الإمام مالک. أبوبكر بن حسن الكشناوي، المطبعة العصرية بيروت لبنان، الطبعة الثانية.

(۳) أعلام الموقعين عن رب العلمين. ابن قيم الجوزية، تحقيق عبدالرحمن الوكيل، المطبعة دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان، سنة الطباعة ۱۴۱۳ھـ۱۹۹۳.

(٤) الأم. الإمام أبوعبدالله محمدبن إدريس الشافعي، المطبعة دار المعرفة بيروت لبنان الطبعة الثانية ۱۳۹۳ هـ ۱۹۷۳م.

(٥) الأشباه والنظائر على مذهب أبي حنيفة النعمان. زين

العابدين بن إبراهيم بن نجيم، المطبعة دارالكتب العلمية بيروت لبنان، الطبعة الأولى ۱۴۱۳ هـ.

(٦) الأشباه والنظائر في قواعد وفروع الشافعية. جلال الدين عبدالرحمن السيوطي، تحقيق وتعليق وتخريج محمد محمد تامر، حافظ عاشورحافظ، المطبعةدارالسلام القاهرة، الطبعة الثانية ۱۴۲۴ هـ ۲۰۰۴م.

(٧) الأمنية في إدراك النية. أبوالعباس أحمدبن إدريس القرافي، تحقيق ودراسة مساعدبن قاسم الفالح.

(٨) البحر الرائق شرح كنزالدقائق. فخرالدين عثمان بن علي الزيلعيالحنفي، المطبعة دارالمعرفةبيروت لبنان الطبعة الأولى بالمطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصرالمحمية سنة ۱۳۱۳ هـ.

(٩) التعليق المغني على سنن الدارقطني. علي بن عمرالدارقطني، المطبعة نشرالسنة ملتان، باكستان.

(١٠) الجامع لأحكام القرآن. أبو عبدالله محمد بن أحمد بن أحمد

الأنصاري القرطبي، اعتنى به وصححه هشام سمير البخاري، المطبعةدارعالم الكتب الرياض المملكةالعربية السعودية سنة الطباعة ۱۴۲۳ هـ ۲۰۰۳م.

(۱۱) الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك. أبوالبركات أحمدبن محمد بن أحمد الدردير وبالهامش أحمد بن محمد الصاويالمالكي، المطبعة دارالمعارف مصر.

(۱۲) القواعد في الفقه الإسلامي. الحافظ أبي الفرج عبدالرحمن بن رجب الحنبلي، راجعه طه عبدالرحمن سعد، المطبعة مكتبة الكليات الأزهرية الطبعة الأولى.

(۱۳) الكافي. موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي الحنبلي، تحقيق عبدالله بن عبدالمحسن التركي، المطبعة دارالهجر الطبعة الأولى ۱۴۱۷ هـ ۱۹۹۷م.

(۱٤) المبدع شرح المقنع. ابن مفلح برهان الدين أبوإسحاق بن محمد، المطبعة دار عالم الكتب الرياض المملكة العربية السعودية سنة الطباعة ۱۴۲۳ هـ ۲۰۰۳م.

(١٥) المجموع شرح المهذب للشيرازي، للنووي، تحقيق محمد نجيب المطيعي، المطبعة دارعالم الكتب الرياض المملكة العربية السعودية سنة الطباعة ۱۴۲۳ هـ ۲۰۰۳م.

(١٦) المحلى. ابن حزم، تحقيق أحمد محمد شاكر، المطبعة دارالتراث القاهرة.

(١٧) المدونة الكبرى. الإمام مالک بن أنس الأصبحي، المطبعة دارالفكر بيروت لبنان سنة الطباعة ۱۳۹۸ هـ ۱۹۷۸م.

(١٨) المعجم الوسيط. مجموعة من المشايخ أحمد حسن الزيات وغيره، المطبعة المكتبةالإسلامية استنبول تركيا.

(١٩) النيات في العبادات الدكتور عمر سليمان الأشقر، المطبعة دارالنفائس الأردن، الطبعة الثالثة ۱۴۱۵ هـ ۱۹۹۵م.

(٢٠) النية وأثرها في الأحكام الشرعية. الدكتور صالح بن غانم السدلان، المطبعة دار عالم الكتب الرياض المملكة العربية السعودية، الطباعة الثانية ۱۴۱۴ هـ ۱۹۹۳م.

(٢١) بدائع الفوائد: ابن قيم الجوزية ـ مكتبة القاهرة ۱۳۹۲ هـ.

(۲۲) تهـذيب حليـة الأوليـاء. أبـونعيم الأصـفهاني، إعـداد صـالح الـشامي، المطبعـة المكتـب الإسـلامي بـيروت لبنـان، الطبعـة الأولى ۱۴۱۹ هـ ۱۹۹۸م.

(۲۳) تبيين الحقائق شرح كنز الـدقائق. فخرالـدين عـثمان بـن عـلي الزيلعيـالحنفي، المطبعـة دارالمعرفـة بـيروت لبنـان، الطبعـة الأولى بالمطبعـة الكـبرى الأميريـةببولاق مـصرالمحمية سـنة الطباعة ۱۳۱۳ هـ.

(٢٤) تفسيرالقرآن العظيم. حافظ عماد الـدين أبي الفـداء إسـماعيل بن كثير القرشي الدمشقي، المطبعةمؤسسة الريان.

(٢٥) تلبيس إبليس. جمال الدين أبي الفرج ابن الجوز ي، تحقيـق عبدالأعلى خالد بن محمـد، المطبعـة مكتبـة المـورد القـاهرة الطبعة الأولى ۱۴۲۷ هـ ۲۰۰۶م.

(٢٦) جـامع العلـوم والحكـم في شرح خمـسين حـديثامن جوامـع الكلم. زين الـدين أبي الفـرج عبـدالرحمن بـن شـهاب الـدين البغدادي الشهيرباين رجب الحنبلي، تحقيق وتخريج وتعليق

الدكتورماهرياسين الفحل، المطبعة دارابن كثير بسوريا.
(٢٧) حلية الأبرار وشعارالأخيارالمسمى ب الأذكار. أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، مراجعة وتخريج محمد أسامة طباع، المطبعة دارالسلام بالرياض
(٢٨) رد المحتار على الدرالمختار (حاشيةابن عابدين) محمد أمين بن عمر عابدين، المطبعة دارعالم الكتب الرياض المملكة العربية السعودية سنة الطباعة ۱۴۲۳ هـ ۲۰۰۳م.
(٢٩) زاد المعاد في هدي خير العباد. ابن القيم الجوزية، المطبعة مكتبة المنار الإسلامية الطباعة الأولى ۱۳۹۹ هـ ۱۹۷۹م.
(٣٠) سنن الترمذي. أبوعيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي، تحقيق وتصحيح عبدالرحمن محمد عثمان، المطبعة دار الفكر، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸ هـ ۱۹۷۸م.
(٣١) شرح الأصول الثلاثة. صالح بن فوزان الفوزان، المطبعة مؤسسة الرسالة بيروت لبنان، الطبعةالأولى ۱۴۲۷ هـ ۲۰۰۶م.
(٣٢) شرح فتح القدير. كمال الدين محمد بن عبدالواحد

المعروف بابن الهمام الحنفي، المطبعة دارصادربيروت لبنان الطباعـة الأولـى بالمطبعـة الكـبرى الأميريـة ببـولاق مـصر المحمية ۱۳۱۵ هـ.

(۳۳) صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان. علاء الدين علي بن بلبـان الفارسي، تحقيق وتخريج شعيب الأرنؤوط، المطبعة مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۱۸ هـ ۱۹۹۷م.

(٣٤) صـحيح البخـاري (الجـامع المـسند الـصحيح المختـصرمن أمـور رسـول الله ﷺ وسـننه وأيامـه)أبوعبـدالله محمـد بـن إسماعيل بن إبراهيم بن بردزبـه البخـاري، المطبعـة دارالفكـر بيروت لبنان الطبعة الأولى ۱۴۲۵ـ۱۴۲٦ هـ

(۳٥) صـحيح مـسلم. أبي الحـسين مـسلم بـن الحجـاج القـشيري النيسا بوري، المطبعة دار إحياء التراث العربي بيروت لبنـان، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ هـ ۲۰۰۰م.

(٣٦) طـرح التثريـب في شرح التقريـب. زيـن الـدين أبي الفـضل عبدالرحيم بن الحسين العراقي، المطبعة دارالمعارف سـوريا

حلب.

(۳۷) عمدة القاري شرح صحيح البخاري. بدرالدين أبو محمد محمود بن أحمد العيني، المطبعة دارإحياء التراث العربي دمشق.

(۳۸) فتح الباريشرح صحيح البخاري. حافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، المطبعة دارالسلام الرياض المملكة العربية السعودية، الطباعة الأولى ۱۴۲۱ هـ ۲۰۰۰م.

(۳۹) كشاف القناع عن متن الإقناع. منصوربن يونس بن إدريس البهوتي، تحقيق إبراهيم أحمدعبدالحميد، المطبعة دار عالم الكتب الرياض المملكة العربية السعودية، سنة الطباعة ۱۴۲۳هـ ۲۰۰۳م.

(٤٠) مجموع فتاو ى ابن تيمية. شيخ الإسلام أحمدبن تيمية، جمع وترتيب عبدالرحمن بن محمدبن قاسم، المطبعة مكتبة المعارف الرباط المغرب.

(٤١) مختصرمنهاج القاصدين. أحمدبن محمد بن قدامة

المقدسي، ضبط وتخريج أبوعبدالرحمن مشاشة، المطبعة دارالتوفيق بيروت الطبعة الأولى ۱۴۲۲ هـ ۲۰۰۲م.

(٤٢) مختارالصحاح. زين الدين محمد بن أبي بكر بن عبدالقادر الرازي، المطبعة مؤسسة الرسالة بيروت لبنان، الطباعة الحادية عشر ۱۴۲۶ هـ ۲۰۰۵م.

(٤٣) مسند أحمد بن حنبل. أبوعبدالله أحمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، المطبعة بيت الأفكار الدولية الرياض المملكة العربية السعودية سنة الطباعة ۱۴۱۹ هـ ۱۹۹۸م.

(٤٤) معالم في طريق طلب العلم. عبدالعزيز بن محمدبن عبدالله السدحان، المطبعة دارالعاصمة الرياض المملكة العربية السعودية، الطبعة الثالثة ۱۴۲۰ هـ ۱۹۹۹م.

(٤٥) نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار من أحاديث سيدالأخيار. محمد بن علي بن محمد الشوكاني، المطبعة دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان الطبعة الأولى ۱۴۱۹ هـ ۱۹۹۹م.

***